Date	No.	Date	No.
	799		

وکیل سیریز
نمبر (۸)

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

دین الفطرت

وہ رسالہ

جسکو علامہ عبد العزیز شاویش مصری عربی پروفیسر اوکسفورڈ یونیورسٹی (انگلینڈ) نے الجیریا کی انجمن علوم مشرقیہ مین یوروپین فضلاء کے سامنے پیش کیا۔

اور

منشی فاضل شیخ غلام محمد مختار عدالت نے

مولوی محمد حلیم صاحب انصاری سے اردو مین ترجمہ کراکے اپنے

نامی مطبع روز بازار امرتسر مین چھپوایا

قیمت چھ آنہ (۶)

۸۷۳۷

اسلامی پولیٹیکل مضامین پر شایستگی اور آزادی سے بحث کرنیوالا ہندوستان کا ...

اخبار وکیل

یہ اخبار ہفتہ میں دوبارہ دوشنبہ و پنجشنبہ کو مطبع روز بازار امرتسر سے شایع ہوتا ہے۔ اس کے مقاصد یہ ہین :-

ا۔ مسلمانون کی درماندہ قوم کے پولیٹیکل حقوق کی حفاظت اور انکی مذہبی اخلاقی تعلیمی تمدنی تجارتی و صنعتی کی عملی ترقی کیلیے کوشش کرنا اور وہ تدابیر پیش کرنا جو انکی دینی و دنیوی صلاح و فلاح کا باعث ہون۔ +

۲۔ اسلامی انجمنون۔ درسگاہون۔ اور انسٹی ٹیوشنون کو حسب آیہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا بطور جسم منتظم کام کرنے پر توجہ دلانا اور انکی کارروائیون پر آزادی سے ریویو کرنا اور قوم کو انکی اعانت کیلیے ابہارنا۔

۳۔ مسلمانون مین برادرانہ اتفاق قایم کرنے اور آے دن کی باہمی نزاع سے جو نقصان پہنچتے ہین انکو دور کرنیمین سعی کرنا۔

۴۔ اسلامی سلطنتون اور ممالک غیر کے حالات و ترقیات سے پبلک کو آگاہ کرنا اور معتدد انگریزی عربی فارسی جراید کے دلچسپ اور عمدہ مضامین کے تراجم و اقتباسات شایع کرنا۔ اسلامی معاملات سے آگاہی حاصل کرنیکے لئے اس اخبار سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہین۔ اسکی طرز تحریر۔ آزادی۔ سچی ہمدردی۔ اعلی لٹریچر نے ایسے صاحبان کو جو ملک اور قوم کے سچے ہمدرد اور گورنمنٹ کے حقیقی خیرخواہ ہین اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔

دنیا بھر کی ضروری اور دلچسپ خبرون کے نہایت جلد اور سب سے پہلے بہم پہنچانیمین اپنا نظیر نہین رکھتا۔

غرضیکہ یہی ایک اسلامی اخبار ہے جسے اردو اخباری دنیا مین لاثانی ہونیکا فخر حاصل ہے۔

قیمت پیشگی مع محصولڈاک ... خریدارون سے ملے ...

طلباء و کم استطاعت صاحبان سے ...

اخبار کے متعلق ایک ... ہون جہان ہر قسم کی کتابین ...

اور تازہ تصانیف دستیاب ... یابی ہے۔ +

المشتہر

منیجر اخبار وکیل امرتسر پنجاب

دین الفطرة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جن دنوں میرا قیام اوکسفورڈ (انگلستان) میں تھا۔ ایک دن یونیورسٹی کالج کی مختلف جماعتوں کے چند طالب علم میری ملاقات کو آنکلے۔ گرمیٔ صحبت میں اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتے ہوتے مشرق اور اہل مشرق کا تذکرہ بھی آگیا۔ اور شدہ شدہ مذہب اسلام کی نسبت گفتگو ہونے لگی۔ مجھے اُن طلبا اور نیز اُن کے ہمقوموں کی بابت پہلے ہی سے یہ بات معلوم تھی کہ ان کے زعم باطل میں اسلام غلامی کا حامی۔ اور طلاق و تعدد ازواج کو رواج دینے والا مذہب ہے۔ اور جس طرح یہ لوگ خود عیسیٰ پرست ہیں معاذ اللہ اسی طرح مسلمانوں کو بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پرست تصور کرتے ہیں۔ وجہ یہ کہ بدو شعور سے ہی اسلام کی بُرائیاں ان کے ذہن نشین کی جاتی ہیں اور اُسے وحشی اقوام کا مذہب بتایا جاتا ہے۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانکر مذہب اسلام کے چند اصول بیان کئے اور بعض شرعی احکام کی خوبیاں اور فوائد و برکات انکے گوش گزار کیں۔ مَیں دوران تقریر میں ساتھ ہی یہ بھی تاڑتا جاتا تھا کہ اسکا اُن لوگوں پر کیا کچھ اثر ہوتا ہے چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ سکوت اور غور کے ساتھ میری باتیں سُنتے رہے جن سے اُنہیں ایک طرح کی دلچسپی بھی پیدا ہوگئی تھی۔ اور جونہی میرا سلسلہ کلام منقطع ہوا۔ اُن میں سے ایک شخص بول اُٹھا۔ ہم نے آپ کی ان باتوں سے

معلومات حاصل کرکے جو رائے قایم کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا مذہب بالکل فطرۃ انسانی کے مطابق ہے"۔

میں نے جواب دیا" ہاں آپ کا یہ خیال بالکل بجا ہے۔ ہمارے ہادی برحق نے بھی یہی فرمایا ہے" اور حدیث شریف "کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ" پڑھ کر اسکا مفہوم انہیں سمجھایا۔ خیر وہ صحبت تو برخاست ہوگئی لیکن اس وقت کے ذکر اذکار سے میرے دل مین یہ بات جم گئی کہ اسلام کے دین الفطرۃ ہونے پر کسی معقول پیرایہ میں بحث کرنی اور جہان تک ممکن ہو اسکی تشریح و توضیح کر دینی چاہئے۔ حسن اتفاق سے انہی دنون انجمن یا مین علوم مشرقیہ کے یورپین فاضلون کی کانفرنس منعقد ہونی قرار پائی جس مین مین بھی مدعو کیا گیا۔ چونکہ یہ موقعہ مذکورہ بالا خیالات کے پیش کرنے کے لئے نہایت مناسب تھا مجھے اسکی بڑی خوشی ہوئی۔ اور میں نے جلدی مین جیسا کچھ ہو سکا اس مبحث پر ایک مفصل آرٹیکل لکھ کر کانفرنس مین پڑھا۔ جسکا ماحصل (اردو مین) حسب ذیل ہے واللہ علی التوفیق۔:۔

دین الفطرۃ امام بخاری رح نے ابی ہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ۔ الحدیث۔ تمام بچے فطرۃ سلیمہ پر پیدا ہوتے ہین پھر اُن کے ماں باپ اُنہین یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہین۔ جس طرح جانورون کے بچے صحیح وسالم اعضا لئے پیدا ہوتے ہین۔ پھر تم اُن کو ناک۔ کان کاٹ کر نکٹا اور بوچا کر دیتے ہو۔ یہی حال اطفال انسانی کا ہے۔ گو اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے محدثین نے "فطرت" کے متعدد معانی قرار دیکر بڑا اختلاف پیدا کر دیا ہے لیکن ہماری رائے مین چونکہ رسول پاک نے " فابواہ یھودانہ او ینصرانہ" کا ذکر " ولادت علی الفطرۃ" کے

بند کیا ہے۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کا اپنے بچوں کو یہودی یا عیسائی بنانا ایک صفت ہے جو انہیں والدین کے طرز عمل سے بطور "عرض" لاحق ہوتی ہے۔ جیسا کہ اوپر کی مثال سے واضح ہوا ہوگا۔

اسلامی شریعت معذور و فاتر العقل لوگوں کو ارکان اسلام کی پابندی یا قبول اسلام پر مجبور نہیں کرتی۔ بلکہ انہیں سن تمیز اور درستئ ہوش و حواش کے وقت تک اسکی مہلت دیتی ہے جس میں وہ سمجھ بوجھکر اور پرکھ پرکھا کے کوئی مذہب اختیار کریں۔ اگر اس صورت میں بھی انہوں نے اپنا آبائی مذہب ہی اختیار کیا تو چونکہ اب وہ نیک و بد کو سمجھنے کے قابل ہو چکے ہیں عدم قبول اسلام کی وجہ سے قابل مواخذہ قرار پائیں گے اور اپنے عقائد و اعمال کے جوابدہ ہونگے۔

اب غالباً یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ مذہب اسلام نے یہود و نصاریٰ کی بھی ناسمجھ اور کم عمر اولاد کو بچپن سے سن بلوغ کی حد تک دائرہ اسلام میں داخل شمار کیا ہے۔ اس لئے دنیاوی معاملات سے تعلق رکھنے والے امور (مثلاً ارث۔ وغیرہ) کے سوائے اور سب باتوں میں بچوں کا فطری مذہب اسلام قرار پایا۔ اور دنیاوی رسوم و رواج میں ننھے ننھے بچوں کا اپنے والدین کی پیروی کرنا کوئی قابل مواخذہ امر نہیں۔

اسلام کے دین الفطرۃ ہونے کی توجیہہ اور نیز یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اگر نوزائیدہ بچے اپنی فطری حالت پر چھوڑ دیئے جائیں اور انہیں کسی مذہب کی بھی تعلیم نہ دیجائے تو سن رشد کو پہونچکر وہ بمقتضائے فطرۃ لامحالہ مذہب اسلام ہی قبول کرینگے پہلے احکام و اصول اسلام کی تشریح لازم ہے جسکو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں:-

فطرت اور توحید

اسلام کا سب سے اعلیٰ اصول "توحید" ہے جس ذات یکتا نے موجودات کو اتنے عمدہ انتظام کے ساتھ قایم کیا وہ اپنی صفات مین کسی مخلوق سے مشابہ نہین ہوسکتی۔ وہ جسم وعرض سے محدود و متحیز نہین اُسکا ادراک صرف اُسکے ممتاز آثار قدرت کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔ اور وہ حلول اور صعود و نزول سے بری ہے۔ اور ہر انسان فطری طور پر اُس ذات واحد کا شعور رکہتا ہے۔

ایک صحرا نشین عرب بتقاضائے فطرت وجود باری پر یون دلیل قایم کرتا ہے۔ "البعرۃ تدل علی البعیر۔ واثر الاقدام تدل علی المسیر۔ فسماء ذات ابراج وارض ذات فجاج کیف لا تدلان علی اللطیف الخبیر۔" یعنی راستہ مین پڑی ہوئی اونٹ کی ایک مینگنی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ادھر سے کوئی اونٹ گزرا ہے۔ نقش پا دیکھ کر رہرو کا پتہ چلتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ یہ آسمان وزمین باایہمہ خوبی و زیبائی اور وسعت و فسحت کے اپنے لطیف وخبیر خالق کے وجود پر دلالت نہ کرین؟

بس اسلام بھی بجنسہ اسی طرح سے اقتضائے فطرت سلیمہ کی تصدیق کرتا اور عقول انسانیہ کو خواب غفلت سے جگاکر آثار قدرت پر غور کرنے کی رہنمائی کرتا ہے اور قرآن کریم ایسی آیتون سے بھرا پڑا ہے جو توحید باری تعالی کے دلایل پیش کرتی ہین۔ اِس موقع پر یہ اعتراض ممکن ہے کہ جب توحید ایک فطری احساس ہے تو انسانون کے اختلاف مذاہب وعقاید کی کیا وجہ ہے؟ فطرتاً سب کو توحید کے سوا کسی دوسرے عقیدہ کی حس کیونکر ہوئی؟ اِس اعتراض کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ گو انسانون کا اختلاف عقاید اور تباین مذہب دراصل مقتضائے فطرت کے خلاف ہے۔ مگر انسان کا ایک خاصہ ہے کہ وہ محسوسات کی جانب مائل اور جو امور اُسکے ذہن مین نہ آئین اُنکے تسلیم

کرنے سے طبعاً گریزان رہتا ہے ۔ چونکہ ذات باری ماورائے محسوسات ہے اسلئے
عام طور پر تمام انسان اُسکا ادراک نہین کرسکتے اور وساوس شیطانی یا توہمات باطلہ
مین مبتلا ہوکر گمراہی کے غار مین جا گرتے ہین ۔ قرآن کریم مین خداوند سبحانہ وتعالیٰ نے
اسی کی نظیر دینے کے لئے اہل کتاب معاندین اسلام کی حالت یون بیان فرمائی ہے ۔

یَسۡـَٔلُكَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ اَنۡ
تُنَزِّلَ عَلَيۡهِمۡ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ ۔
فَقَدۡ سَاَلُوۡا مُوۡسٰۤى اَكۡبَرَ مِنۡ ذٰ لِكَ
فَقَالُوۡۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡهُمُ
الصّٰعِقَةُ بِظُلۡمِهِمۡ‌ ثُمَّ اتَّخَذُوا
الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ
الۡبَيِّنٰتُ ۔ الآیۃ ۔ پارہ ۔ ۶ ۔ رکوع ۲ ۔

یعنی اے پیغمبر اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)
تم سے درخواست کرتے ہین کہ اُنپر آسمان سے
ایک کتاب اُترنے کی دعا مانگو ۔ اُنہون نے
موسیٰ سے اس سے بھی بڑھکر خواہش کی
تھی اور کہا تھا کہ ہمین علانیہ خدا کو دکھا دو
چنانچہ اُنکی نافرمانی کی وجہ سے اُنپر عذاب
صاعقہ کی مار پڑی اور پھر اُنہون نے کھلے
کھلے نشان دیکھنے کے بعد بھی گوسالہ پرستی اختیار کرلی ۔ تا آخر آیت ۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جبتک کسی شئے کا بطلان برہان قطعی سے ثابت نہ ہوجائے
اُس وقت تک اُسکا انکار صحیح نہین ہوتا ۔ اگر ایک چیز کو ہم تصور نہین کرسکتے یا اُسکی
شناخت اور کُنہ دریافت کرسکنے سے عاجز ہین تو اپنی اس خامی کو اُس شئے کے وجود
سے منکر ہونے کی دلیل قرار دینا بعید از عقل ہے ۔ اور طرفہ یہ کہ عوام الگ رہے اس
زمانہ مین اکثر بڑے بڑے عالم لوگ بھی اسی مذہب کے پابند ہورہے ہین حالانکہ
یہ محض نادانی کی علامت اور حماقت کی شناخت ہے ۔

اسلام نے صفات حق سبحانہ وتعالیٰ کے بیان اور ثبوت واجب الوجود بہم پہنچانے
مین بالکل عقل وفطرت کے مطابق امور سے استدلال کیا ہے ۔ خداوند پاک کے اس
فرمان پر غور کرو اور دیکھو کہ کتنے دل آویز دلائل توحید ذات اور وجود باری کے دیئے ہین

اور اُسکے اوصاف کاملہ کا کتنے شاندار طرز سے اظہار کیا ہے - قال اللہ تعالےٰ یعنے -

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ - پارہ - ۳ رکوع ۲ -

"اللہ جسکے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہین ہے وہ حَیّ وقیّوم ہے جسکو نہ غفلت کی جھپکی لگتی ہے اور نہ نیند آتی ہے - جو کچھ آسمانون اور زمین ہے سب اُسی کا ہے - وہ کون ہے جو اُسکے سامنے بغیر اُسکی اجازت کے کچھ سفارش کرے - وہ (ظاہر و باطن) سب باتین جانتا ہے اور بندے اُسکے علم کا کچھ بھی احاطہ نہین کر سکتے - مگر جتنا کہ خود خدا چاہے - اُسکی کرسی کی وسعت آسمانون اور زمین پر حاوی ہے اور اِن دونون کی حفاظت سے اُسے کچھ تھکن نہین طاری ہوتی اور وہ بر تر و بزرگ ہے "

کچھ دن ہوئے مین اتفاقاً ایک نومسلم انگریز سے ملا جو اُسی زمانہ مین بخلوص نیت بلا کسی دنیاوی طمع یا خیال ناموری کے دائرہ اسلام مین داخل ہوا تھا - اُس نے مجھسے بیان کیا کہ " قرآن کریم مین ایک آیت ایسی ہے جسکو ہر چند مین بار بار پڑھتا ہون اور اُسپر غور کرتا ہون لیکن میرا دل اُس سے سیر نہین ہوتا - اُس مین خدائے برحق کے ایسے اعلےٰ اوصاف مندرج ہین جو اب تک کسی مذہب کی کتاب مین نہین دیکھے گئے - اور اُس نے آیت الکرسی کا انگریزی ترجمہ مجھکو سنایا - حالانکہ ہم مسلمان جن مین خود مین بھی شامل ہون صدہا بلکہ ہزارہا مرتبہ اس آیت کریمہ کو پڑھتے سنتے اور سمجھتے بھی ہونگے لیکن ہمنے کبھی اسکی خوبیون پر اس قدر غور نہین کیا ہوگا - بحث توحید کے تتمہ کے طور پر ہم اس مقام پر مشہور انگریز مصنف " لارڈ میکالے " کے چند کلمات اخذ کرتے ہین

جنکا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

"علماے منطق جو اپنے خیالات اور مسلمات کی بنا برہان عقلی پر رکھتے ہین- وہ کہہ سکتے ہین کہ کسی ایسی چیز کا ہونا ممکن ہے جسکی کُنہ اور ماہیت کا ادراک احاطہ امکان عقل سے خارج ہو- مگر عام مخلوقات کا بہت بڑا حصہ جہانتک دیکھا جاتا ہے وہم پرست ضعیف الاعتقاد ہے- اور اپنے تصورات کی بنیاد خیالی وہمی یا شعری امور پر رکھتا ہے اور چونکہ صحیح غور اور فکر سلیم اُنہین نصیب نہین اسلیئے واہمہ کے مُصور نے آثار عظمت وجبروت کی جیسے تصویرین اُنکے مخیلہ مین کھینچین اُنہی کی ظاہری مورتین بناکر وہ لوگ پرستش کرنے لگے- اور ایسے ہی باطل عقاید اُنکے اندر شایع ہوے- اور یہی امر مختلف زمانون اور قومون مین بت پرستی یا عقاید باطلہ کی پیروی کا موجب ہوا-

تاریخ اِس بات کے ہزارون شواہد پیش کرتی ہے کہ عہد قدیم کے یہودیون نے یہ خیال فاسد دل مین جماکر کہ اُن کا معبود محسوس اور قابل لمس ہونا چاہیئے تاکہ عبادت کرتے وقت اُسکی طرف دل متوجہ رہے- بدعتون کا دروازہ کھول لیا اور صورت پرستی اختیار کرلی "گبن" نے دین عیسوی کی اشاعت کے جو اسباب بیان کیئے ہین اُنکا ماحصل بھی یہی ہے کہ جبتک اس دین مین سادہ لوح عوام اور جاہلون کے دلون پر اثر ڈالنے والے توہمات کا دخل نہین ہوا- اُس وقت تک اُسکی جیسی چاہیئے اشاعت بھی نہین ہوئی- خلاصہ یہ ہے کہ خدا کو واجب الوجود- واحد لاشریک جسم ومکان سے منزہ عیب ونقصان سے بری- اور قیاس- وہم وگمان سے برتر بجز روشن خیال علما اور فلاسفر لوگون کے اور کسی نے نہین مانا ہے- ضعیف الاعتقاد عوام ہمیشہ سے اسی تنگ خیالی اور کم فہمی مین مبتلا پاے گئے ہین کہ محسوس اور مشاہدہ مین آنیوالے معبودون کی پرستش کرین اور مذکورہ بالا موحد علما اور فلاسفرون کو اُلٹے احمق بناکر اُنپر آوازے کستے رہین-

قدیم زمانہ میں تاریکی وجہالت کا زور اور بادیہ ضلالت میں انسانی نفوس کی سرگردانی دیکھکر رحمت ایزدی جوش میں آئی اور اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بھیجا تاکہ وہ مخلوقات کو شریعت موسوی کی جانب بلائیں اور جو بدعتیں ان لوگون میں پھیلی تھین اونکے انسداد اور مٹانے کی سعی فرمائیں۔ غرضکہ کچھہ آدمی مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے اور بہت سے کفر و ضلالت ہی مین پڑے رہے۔ اور نصاریٰ جنہون نے مسیح کا اتباع کیا تھا وہ بھی زیادہ عرصہ تک دین فطری کے صاف و صحیح راستہ پر قایم نہین رہے بلکہ جس طرح فارس اور یونان وغیرہ کی قدیم قومین اعتقاد کی خامی اور وہم پرستی کا شکار بنگئی تھین انہون نے بھی مسیح علیہ السلام کی نسبت "ابن اللہ" یا خود خدائے پاک کا اوتار ہونیکا عقیدہ دلون مین جمالیا۔ حالانکہ وہ دیکھہ چکے تھے کہ مسیح علیہ السلام بھی معمولی انسانون کی طرح نقل و حرکت خواب و خور اور دیگر خواص بشریت سے بری نہ تھے اون کو سولی دی گئی تھی۔ اُن کے جسم کا پاک خون دار کی لکڑیون پر بہایا گیا تھا۔ مگر عیسائیون نے اس واقعہ کو دنیا مین بت پرستی کا ایک جدید لباس پہنا دیا یعنی صلیب پرستی اختیار کر لی۔ اور یہی نہین بلکہ مذہبی پیشواون اور ولیون کی ایک جماعت کو مختلف امور کے دیوتا مانکر شریک فی العبادت بنالیا مثلاً یونان والے "مریخ" کو جنگ کا دیوتا مانتے تھے عیسائیون نے "سینٹ جارج" کو اس منصب پر فایز کیا۔ اور اگر یونان والے "زہرہ" یا دیگر سیارون کو معبود مانتے تھے تو انہون نے بھی "عذرا" اور "سسلیا" وغیرہ کو حسن اور اخلاق کی دیویان مان لیا عیسائیون کے دماغون سے ان اوہام فاسدہ کو نکالنے کی بارہا کوششین بھی ہوئین ریفارمرون نے ناخنون تک کا زور لگایا مگر کامیابی کی کوئی صورت نہ نکلی۔

آج بھی حلقہ عوام مین بالکل معمولی آدمیون کو فرضی افسانون کے ذریعہ سے صاحب کرامت اور با خدا بزرگ بناکر انہین ماننے کا بازار گرم ہے اور یہ نہین ہوتا کہ دو چار شخص بھی ان مین سے مذہب کے اصول اور احکام کی حکمتون کا علم حاصل کرنے پر مائل ہون "

لارڈ میکالے۔ یہ اپنے ہی بھائی بندون کے اور ایسے دین کے حالات بیان کرہا ہے جسکا وہ خود پابند ہے۔ اور سُنا تا بھی اُنہی کو ہے جو اُسکے ہم مشرب ہین اسلئے مجھے بھی مسلمانون کی ایسی ہی حالت کا خیال آجا نا ایک طبعی امر تھا چنانچہ نظر بحالات موجودہ ہمین اب یہی کہنا پڑتا ہے کہ آجکل ہمارے مسلمان بھائیون نے ضعیف الاعتقادی اور وہم پرستی مین اُن سابق اقوام کا درجہ لے لیا ہے۔ مقبرون اور ضریحون مین جاجا کر گڑگڑانا اور عاجزی کے ساتھ وہان کے مدفون لوگون کو خدا کی جناب مین وسیلہ پکڑنا حالانکہ خود جناب باری ہماری رگ جان سے بھی قریب تر ہے کس قدر حماقت کی بات ہے۔

خدائے پاک ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

پارہ - ۱۳ - رکوع ۸ - سورہ رعد -

کہدے (اے پیغمبرؐ) کیا پھر تم نے اختیار کئے ہین اُس (اللہ) کے سوا حمایتی جو مالک نہین اپنے بھلے بُرے کے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ - پارہ ۱۲ رکوع ۱۵ - سورہ یوسف

سو خدا کے کسی کی حکومت نہین ہے اُس نے حکم دیدیا کہ نہ پوجو مگر اُسی کو یہی ہے راہ سیدھی پر بہت لوگ (اس بات کو) نہین جانتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خدا پر ایمان لانے۔ اُسے حلول اور مشابہت غیر سے پاک سمجھنے اور یکتا جانکر اُسی کی عبادت کرنے کی بابت جیسا صاف اور آسان گزار راستہ اسلام نے بنایا ہے ویسا کوئی مذہب نہین تیار کرسکا۔ اور اگر انسان مخلّی بالطبع چھوڑ دیا جائے اوہام باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ اُسے نہ بھٹکائین اور ہوا و ہوس نفسانی کے جذبات اپنی جانب نہ کھینچین تو بالیقین فطری طور پر وہ اُسی روشن اور مصفا راستہ پر قدم زن ہوگا جو اسلام نے دکھایا ہے۔

اور توحید کا نچوڑ خداوند کریم نے اس سورہ مین دیا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (پارہ ۳۰۔ رکوع ۴۷)۔	"اے پیغمبر! تم کہو اللہ ایک ہے۔ اللہ نرادھار ہے۔ نہ کسی کو جنا۔ اور نہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہیں اسکے جوڑ کا کوئی"

نبوت اور اسکی فطری غرض

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ایک ان پڑھ جاہل قوم میں ہوا جسکی اخلاقی ترقی خود بینی۔ باہمی عداوت اور تفاخر نسب پر منحصر تھی۔ اور قتل و غارت جنگ و جدل انکے بسر اوقات اور کسب معاش کے ذریعے تھے۔ بت پرستی ان میں حد سے بڑھی ہوئی تھی اور دوسری رذیل عادتوں کے ذکر کی حاجت ہی کیا ہے جو ان میں بکثرت موجود تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث برسالت ہونے کے بعد فرض منصبی یعنی تبلیغ احکام شریعت اور دعوت رسالت و توحید شروع کی تو سارے ملک عرب میں ایک ہل چل مچ گئی۔ سعادت ازلی نے جن لوگوں کو اولیت کا شرف دینے کے لئے چن لیا تھا وہ نوبت بہ نوبت دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے مگر مشرکین اور معاندین اسلام بکثرت تھے جن میں یہودی لوگ بھی شمار کرنے چاہئیں ان لوگوں نے یہ وتیرہ اختیار کر رکھا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے دعوائے نبوت کا ثبوت معجزات اور خارق عادت امور سے طلب کیا کرتے تھے۔ مگر آپ ہمیشہ ان کو ایسے جواب دیتے جو انبیاء و رسل کی حدود اختیار کے اندر ہوں اسلئے کہ دعوائے رسالت اور شق ارض وغیرہ معجزات کے مابین کوئی عقلی تعلق نہیں پایا جاتا۔ علامہ ابن رشد کہتے ہے "لوگوں کی مطالبہ خارق عادت نشانیاں منفرد طور سے نمایاں ہوں تو وہ دعوائے رسالت پر کچھ بھی دلالت نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ خصائص نبوت و رسالت میں شامل نہیں ہیں" چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو اپنی حد اختیارات بتانے کی غرض سے نہیں تدبر فی القرآن کا ارشاد فرمایا کرتے جیساکہ خود خدائے علیم و حکیم فرماتا ہے:-

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِ. قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ. وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ. إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ. (پارہ-۲۱-رکوع ۱)-	(یعنی اے پیغمبر) جو لوگ کہتے ہین کہ اس (پیغمبر) پر خدا کی طرف سے کچھہ نشانیان کیون نہین اُترین تم اُنسے کہدو کہ نشانیان تو خدا کے قبضۂ قدرت مین ہین اور مین تو صرف کہول کر (صاف بات) سُنانے والا ہون. کیا اُن لوگون کے واسطے یہ کافی نہین ہے کہ ہم نے تم پر

کتاب اُتاری جو اُنپر پڑہی جاتی ہے. بیشک اس کتاب مین رحمت اور یاددہانی ہے اُن لوگون کے واسطے جو مانتے ہین"

اکثر اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کی خواہش معجزہ طلبی کو قبول کرنے سے کنارہ کشی فرماتے ہوئے اُنہین سمجہایا کہ آپ کی غرض اس شریعت کی تبلیغ سے صرف یہ ہے کہ عالم انسانی کے اخلاق سُدہر جائین اور شرک وبُت پرستی دور ہوکر توحید کا دورہ ہو چنانچہ حق سبحانہٗ خود ارشاد فرماتا ہے :۔

قُلْ لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ. إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ. قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ. (پارہ-۷-رکوع ۱۱)	"کہدو کہ مین تمسے یہہ نہین کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہین اور نہ مین غیب کی بات جانتا ہون اور نہ تمسے یہ کہتا ہون کہ مین فرشتہ ہون (ہان) مین صرف اُسی حکم کا اتباع کرتا ہون جو بذریعہ وحی الٰہی مجہکو پہنچتا ہے

کہدو کہ کیا اندہا اور سُجہلا آدمی برابر ہوسکتا ہے. تو کیا (اب بہی) تم لوگ دہیان نہین کرتے"

اور سورۂ "اسریٰ" پارہ-۱۵-رکوع ۱۰ مین آیا ہے :۔

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ	"اور اُن لوگون نے کہا کہ ہم تمپر اُس وقت تک ایمان نہین لائینگے جبتک تم ہمارے واسطے

جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۧ

زمین سے ایک (بہتا ہوا) چشمہ نہ نکالو یا تمہارا ایک کھجوروں کے درختوں اور انگوروں کی ٹٹیوں کا باغ ہو جسکے بیچ بیچ مین تم نہرین بہاؤ - یا جیسا تم دعوی کیا کرتے ہو. آسمان کو پارہ پارہ کر کے ہمپر گرا دو یا خدائے پاک اور فرشتون کو ہمارے سامنے لے آؤ یا تمہارا ایک نہائیت آراستہ گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھجاؤ اور ہم تمہارے آسمان پر چڑھنے کا بھی یقین نہ لائینگے - تاوقتیکہ تم ہمپر ایک کتاب نہ اوتارو جسے ہم پڑھین (اے پیغمبر) تم (اسکے جواب مین) کہدو کہ سبحان اللہ مین ایک آدمی اور رسول کے سوا کیا کچھہ اور ہون ؟"

یعنی مین تو صرف خدا کا رسول ہون اور ایسی انہونی باتون پر قادر نہین کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو طلب معجزات پر مصر رہنے سے باز آنے کی ہدایت کرتے ہوئے اُسکے بُرے انجاموں سے بہت کچھہ ڈرایا اور خدائے پاک کا یہ قول انکو سُنایا :-

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝

(پارہ - ۱۵ - رکوع ۱۰)

"ہم اپنے نشانات قدرت صرف خوف دلانے کو دکھلایا کرتے ہین "

اور صاف کہدیا کہ میرا عقیدہ تو یہ کچھہ ہے اگر تم اُسے نہین مانتے تو تم جانو تمہارا کام خارق عادت اُمور کا عیان کرنا تو حق سبحانہ وتعالی کے ہی قبضہ قدرت مین ہے نہ کہ میرے ختیار مین - ورنہ اگر میرے قابو کی بات ہوتی تو اسی دم میرا تمہارا جھگڑا فیصل ہو سکتا تھا لیکن ان معاندین اور مشرکین کی کچھہ یہہ غرض تو تھی نہین کہ وہ معجزات دیکھکر ایمان لے آئینگے

بلکہ وہان تو عناد اور کٹ حجتی کی راہ سے یا احمقانہ خیالات اور اوہام باطلہ کے اغوا سے بلا غور و تامل معجزات کی طلب ہوا کرتی تھی اور انکی فرمائشون مین عموماً ایسے امور ہوتے تھے جن سے صاف یہ عیان ہو کہ ان لوگون کو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ سے مس بھی نہین وہ تو محض اپنی جاہلانہ ضلالت اور ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے وہم پرست لوگون کی طرح فوق الفطرۃ امور دیکھنے پر مصر رہتے تھے۔ اسی لئے جب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اُنہین اسباب کی ہدایت کرنیسے عاجز آ گئے کہ وہ لوگ مقتضائے فطرت اور قوانین قدرت پر کاربند ہون جن مین تغیر و تبدیلی ممکن نہین تو آخر کار باریتعالی کا یہ پرجلال کلام انکے گوش گزار کر دیا :-

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ لَّیُؤْمِنُنَّ بِھَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُشْعِرُکُمْ اَنَّھَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَھُمْ وَاَبْصَارَھُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖٓ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّنَذَرُھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃَ وَکَلَّمَھُمُ الْمَوْتٰی وَحَشَرْنَا عَلَیْھِمْ کُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ ۝

(پارہ - ۷ - رکوع ۱۹ - سورۃ انعام)

"اور وہ لوگ تاکید سے اللہ کی قسمین کہاتے ہین اگر انکو ایک نشانی بھی دکھائی جائے تو ضرور اُسپر ایمان لے آئینگے (اے پیغمبر) تو کہدے کہ نشانیان تو اللہ کے پاس ہین اور اے مسلمانو تم کیا سمجھتے ہو کہ جب نشانیان آوینگی تو یہ لوگ نہ مانین گے؟ اور ہم انکے دل اور انکی آنکھین الٹ دین گے جسطرح کہ یہ پہلی مرتبہ اُسپر ایمان نہین لائے اور اُنہین ربدستور) اُنکی گمراہی مین بھٹکنے دین گے اور اگر ہم اُنپر فرشتے اُتارین یا مردے اُنسے کلام کرین یا ایک ایک کر کے ہر چیز ہم اُنکے سامنے زندہ کر دین تب بھی یہ ایمان نہ لائینگے مگر جنکو خدا ہی چاہے لیکن اکثر لوگ ان مین نادان ہین۔ (جو ایسے سوالات کرتے ہین۔)"

حکیم مطلق خدا نے یہان صاف طور سے بیان فرما دیا ہے کہ مشرکین کی خواہش معجزہ اگر پوری بھی کر دیجائے تو اس مین یہ صلاحیت نہین ہے کہ دلیل سکت بنکر اُنہین قائل اور دین الٰہی کا متبع بنا دے اسلئے کہ قائل نبوت ہونیکے واسطے مشاہدۂ آیات قدرت کا طلبگار ہونا ایسا ہی ہے جس طرح دو اور دو پانچ ہونیکا دعوے کرنا اور اُسکے ثبوت کے لئے کسی مریض کو مہلک بیماری سے اچھا کر دینا تاکہ یہ نشان اسپر برہان قرار پائے۔ یہودی وغیرہ قدیم قومین اپنے انبیاء کے معجزات دیکھکر اُنکی تاویلین کر دیتی تھین کسی نے سحر کہا تو کسی نے یہ کہ اس شخص کے موکّل جنات ہین جو ایسے عجائب امور دکھاتے ہین۔ اور ان تاویلون سے بھی کام نہ چلتا تو اور عذر تراش لیا کرتے اور کہتے کہ ہم ان معجزات کا مطلب نہین سمجھ سکے اسلئے نہین کہہ سکتے کہ یہہ کیا بات ہے اور برابر انکار رسالت ہی کئے جاتے۔ چنانچہ خداوند کریم انکی بنسبت فرماتا ہے وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ۔ ہمارے دل تو ڈھکے ہوئے ہین۔ یا۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ۔ (پارہ ۲۴۔ رکوع ۱۵)

"اور اُنھون نے کہا کہ ہمارے دل اُن باتون کی طرف سے پردون کے اندر ہین جنکی جانب ہمین بلایا جاتا ہے اور ہمارے کانونکو اونچا سنائی دیتا ہے اور ہمارے اور تمہارے مابین ایک اوٹ قائم ہے"

تو گویا اس طرح معجزات دیکھنے کے بعد بھی اُنکا بیہر انکار ہی رہنا (معاذ اللہ) خدا کے ساتھ اعلان جنگ دینا تھا۔ یا اُسکی آیات کاملہ کی ہنسی اڑانا۔ پھر ایسے لوگ جو خدا سے سرکشی کرتے اور اُسکے رسولون سے تمسخر کرتے اور ان سے چھیڑ نکالتے۔ آیات ربانی کو بچون کا کھیل سمجھتے ہون ضرور ہے کہ خدائے ذوالجلال اُنکی کچھہ گوشمالی فرمائے چنانچہ اس کفر و تمرد کی پاداش مین اُنپر طرح طرح کے عذاب نازل ہوتے رہے۔ +

مشرکین عرب نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ وہی برتاؤ اختیار کیا تھا جو اُنسے قبل کی قومین اپنے انبیاء و رسل کے ساتھہ برت چکی تھین اور بارہا ایسا ہوا ہے کہ آپنے

قوم کے ہاتھون تنگ آکر انکے حق مین بد دعا کرنے کے واسطے لب ہائے مبارک کو جنبش دینا چاہی لیکن پھر رک گئے۔ کیونکہ آپ کی ذات پاک رحمۃ للعالمین تھی۔ اگر خرق عادت امور کا اظہار آپ کے اختیار مین ہوتا یا یہ باتین کفار کو قائل کردینے والے دلائل کا کام دیتین تو آپ کبھی اُن لوگون کی درخواست کو مسترد نہ فرماتے لیکن یہ کلمات اللہ اور سنت الٰہی تھی جسمین تغیر آنا محال ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (پارہ ۷ رکوع ۱۰)

"یعنی اے رسول اگرچہ ان مشرکین کی روگردانی تمکو گران گذرتی ہے لیکن اگر تم یہ کرسکتے ہو کہ زمین کے اندر سُرنگ اور آسمان پر سیڑھی لگاؤ تو انہین کوئی نشانی دکھادو۔ اور اگر خدا کی مرضی ہوتی تو وہ ان سب کو ہدایت دیتا۔ اسلئے اے رسول تم نادان نہ بنو۔"

خلاصہ یہہ ہے کہ قرآن پاک نے صدہا مقامات پر صلائے عام دی ہے کہ عقل ہو تو مجھکو بنظر غور دیکھو اور اگر تمہین صداقت کی سیدھی اور بیخطر شاہ راہ کی جستجو ہے تو کجروی چھوڑکر مجھ مین تلاش کرو۔ کیونکہ وہ خود ایک دائمی اور ابدی معجزہ ہے اور نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اسکے ہوتے کوئی اور معجزہ دکھانے کی حاجت ہی کیا تھی؟۔ قرآن ایک حجت بالغہ اور نور مبین ہے جسکے ذریعہ سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ راہ راست کے اتباع پر راضی ہونے والون کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے اور تاریکی ضلالت سے نور ایمان مین نکال لاتا ہے اسی لئے جب قوم کے دلون مین معجزہ طلبی کی خواہش نے سر اُٹھایا تب ہی حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے انہین آیات قرآن پر غور کرنے کا حکم دیا۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ

"اور مشرکون نے یہہ کہا کہ اس پیغمبر پر اسکے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیون نہین اتاری گئی؟

اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَةً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

(پارہ - ۲۱ - رکوع ۱)

تم کہدو کہ نشانیان خدا کی قبضۂ قدرت مین ہین اور مین تو صرف اُسکے عذاب سے جو بوجہ نافرمانی ہوگا ڈرانے والا اور اسکے احکام کا بیان کرنیوالا ہون۔ کیا ان لوگون کو وہ کتاب کافی نہین جو تمپر اُتاری گئی ہے اور اُنکو سنائی جاتی ہے اسی کتاب مین ایمان لانے والون کے لیئے رحمت اور یاد دہانی ہے۔"

قرآن پاک فطرت بشری اور سنت الٰہی کے موافق گمراہون کو سیدھی راہ بتانے اور مرض جہالت کے بیمارون کو شفائے علم و ایمان بخشنے کیلیئے نازل ہوا تھا۔ اس مین شک نہین کہ کچھہ زمانہ تک مسلمانون نے اُسے پوری طرح اُسکے منصب پر قایم رکھا۔ تمام معاملات مین اُسکے احکام پر کاربند رہے۔ باہمی جھگڑے بکھیڑون کے انفصال مین اُسی کو حکم بنایا غرضیکہ ہدایات قرآنی سے انہون نے سرِمو خلاف ورزی اور تجاوز نہین کیا۔ مگر افسوس کہ یہ بات زیادہ مدت تک نہین قایم رہ سکی۔ زمانہ نبوت سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی ضعیف الاعتقادی اور وہم پرستی مسلمانون مین رواج پانے لگی اور آخر یہانتک نوبت پہنچی کہ آیات قرآنی سحر و افسون کے (معاذ اللہ) منترون کی قایم مقام بنا دی گئین۔ جہاڑ پہونک کے کام آنے لگین۔ امراض جسمانی کا علاج اُن سے ہوتا تھا۔ کشف غیب۔ قضائے حاجات۔ حل طلسمات۔ تسخیر جنات۔ اور توسیع رزق کے لیئے بطور عملیات اُنکا استعمال شروع ہو گیا اور آجتک یہی حالت ہے۔ اور کاش کہ اسی حد تک پہنچکر یہ معاملہ رک جاتا تو بھی غنیمت تہا لیکن غضب تو یہ ہوا کہ مسلمانون مین رفتہ رفتہ ایسی ایسی بدعتین پہیل گئین جن سے قرآن پاک جناب باری اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اہانت ہوتی ہے (معاذ اللہ منہا)۔ لوگون نے اپنی نفسانی خواہشون کے مطابق آیات قرآنی کی تاویلین شروع کر دین۔ بکثرت آیتون کے ایسے معنے تراش لیئے جو لغت۔ اسلوب بیان اور سیاق عبارت کے

لحاظ سے کسی طرح موزون نہین ہوسکتے۔ چنانچہ مختلف تفاسیر مین آیات "فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ" اور "شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ" اور "لَهُم مَا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ" اور "حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْمًا" اور "ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ" اور "أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا" نیز اور بہت سی آیتون کے معانی دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ انکا مفہوم کیا کیا قرار دیا گیا ہے۔ ہم اس مقام پر اُن بلند نظر مفسّرون کے فہم و ذکا کے چند نمونے ذیل مین درج کرتے ہین جنکے مطالعہ سے اُنکی صریح جہالت اور وہم پرستی کی قلعی کہل جائیگی۔

(۱) تفسیر طبری جلد دوازدہم مین آیت کریمہ "وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" (پارہ ۱۲۔ رکوع ۴) کی تفسیر مین ایک ضعیف بلکہ موضوع حدیث سے کام لیا گیا ہے۔ طبری بواسطہ ابن جریج روایت کرتا ہے کہ کشتی نوحؑ کا بالائی حصہ پرندون کے لئے وسطی حصہ انسانون کے واسطے۔ اور نچلا طبقہ درندہ جانورون کے واسطے مخصوص تہا۔ اندر سے اوسکا طول تیس ذراع تہا۔ وہ یوم جمعہ دہم ماہ رجب کو مقام عین وردہ سے روانہ ہوکر عاشورہ کے دن کوہ جودی پر جاکر رک گئی تہی۔ اثنائے سفر مین اُس کشتی کا گذر "کعبۃ اللہ" کی جانب ہوا جسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے بلند کرکے غرق ہونیسے بچالیا تہا اور کشتی نے سات بار خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ جسکے بعد وہ ملک یمن کی جانب گئی اور وہان سے پلٹ کر کوہ جودی کیطرف روانہ ہوئی تہی" اخر حدیث تک۔

(۲) اللہ پاک فرماتا ہے "لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ" (پارہ ۱۳۔ رکوع ۸۔ سورہ رعد) بعض تفسیرون مین اسکی تاویل یون کی گئی ہے کہ

"لَہٗ" کی ضمیر اُس شخص کی جانب راجع ہوتی ہے جو خدا کا ذکر کرتا ہو۔ "مُعَقِّبَات" وہ فرشتے ہین جو باری باری انسان کی نگرانی کے لیے اُسپر متعین رہتے ہین ان مین دن کے فرشتے شام کو آسمان پر چلے جاتے ہین اور اونکی جگہہ دوسرے فرشتے آکر رات کے وقت نگرانی کرتے ہین اور صبح کو پھر انکا پہرہ بدل جاتا ہے۔ سند کے طور پر یہ حدیث بواسطہ "کنانۃ العدوی" روایت کی ہے "عثمان بن عفانؓ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گزارش کیا کہ "مجھکو اس بات سے مطلع فرمایئے۔ کہ ہر ایک بندہ کے ساتھہ کتنے فرشتے ہوتے ہین ؟-

حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا- داہنے ہاتھہ پر ایک فرشتہ نیکیون کی نگرانی اور بائین ہاتھہ والے فرشتہ کی دیکھہ بھال کے لیے۔ دو فرشتے آگے پیچھے۔ چنانچہ خدائے پاک فرماتا ہے "لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ" اور ایک فرشتہ پیشانی پر رہتا ہے۔ اگر بندہ خدا کے سامنے عاجزی اور جبہہ سائی کرے تو اُسے سربلند اور اگر کبر و غرور کرے تو وہ اُسے ذلیل و خوار کرتا ہے۔ دو فرشتے لبون پر درود و سلام کا شمار کرنے کو رہتے ہین۔ ایک فرشتہ مُنہ کے اندر سانپ کو نہین جانے دیتا- اور دو فرشتے آنکھون پر متعین ہین- اسی طرح کل دس فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھہ رہتے ہین اور دن رات کے دس دس فرشتے ملاکر بیس فرشتے نوبت بہ نوبت اُسکی حفاظت کرتے ہین اور دن کے وقت "ابلیس" خود انسان کے ساتھہ رہتا ہے اور رات کو اوسکی اولاد" الخ

علاوہ ازین کہ اس حدیث کی عبارت نہایت لچر ہے اسکا مفہوم بھی صریحًا بتا رہا ہے کہ یہ ساقط الاعتبار ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر یہ محض افترا پردازی کی گئی ہے اور سب سے بڑھکر عجیب و غریب امر یہ ہے کہ آیت قرآن کے معنے اسکی سند پر ماوّل کیے جاتے ہین وہ بھی اس طرح کہ سیاق کلام کو اسکے ساتھہ کچھہ بھی لگاؤ نہ ہو-!!!

آیت کریمہ کے معانی بیان کرنے سے قبل ہم پوری آیت درج کرتے ہین تاکہ سیاق کلام سے یہ معلوم ہوجائے کہ دراصل شروع مین علم باری تعالیٰ کی بحث تھی۔ اُسکا علم تمام کائنات

پر محیط ہے اس علم مین اسکے آگے کسی کی مجال نہین کہ غلبہ پاسکے اور نہ کوئی صاحب قوت وعظمت اوسکے مقابلہ مین کسی طرح اپنی حفاظت کرسکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۔ سَوَاءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۔ (پارہ ۱۳۔ رکوع ۸)۔ اسلیئے دن کو جلوس اور محافظ ساتھہ لیکر نکلنے والے اور راتون کو تاریکی کے پردہ مین چھپکر چلنے والے خدا کے نزدیک دونون برابر ہین۔ نہ جلوس اور محافظون کا جتھا قضائے الٰہی سے بچاسکیگا۔ اور نہ پردۂ ظلمات مین مخفی ہونا کچھہ حفاظت کریگا۔ اسکے بعد آیت کریمہ سے پایا جاتا ہے کہ مخلوقات مین سنتُ اللہ یہ ہے کہ اسباب کو مسببات کے ساتھہ ربط ہو اسلیئے اسباب کا مخفی رہنا یا پوشیدہ رکھنا کسی طرح نتائج کے مترتب ہونے کو نہین روک سکتا۔ کیونکہ اللہ پاک جس نے ان تعلقات کو رابطہ سببیّہ قرار دیا ہے وہ مخفی باتون اور دل کے رازون تک سب کو جانتا ہے اور جب تک کوئی قوم خود اپنی حالت نہین بدلتی اللہ پاک بھی اسکی حالت کبھی متغیر نہین کرتا۔ اور جس وقت کسی حکم الٰہی کے اسباب مہیا ہو گئے اور خدائے پاک نے حکم نافذ کرنا چاہا تو پھر اُسکا فرمان ٹل نہین سکتا اور نہ بندون کو تیر قضا کی زد سے بجز اوسکے کوئی بچانے والا ہے۔ اُس وقت انسان کو ایسے محافظون کی بڑی بھاری جماعت رکھنے سے بھی کوئی نفع نہین ہوسکتا جو باری باری شب و روز اُسکی حفاظت کیا کرین۔ بغرضیکہ آیت کا سیاق صاف بتا رہا ہے اور اون مفسرون کی عقل پر واللہ اعلم کیا پردہ پڑ گیا کہ ایسی رکیک تاویل کی اور پھر جب وہ تاویل نظم آیت کے ساتھہ ٹھیک نہ بیٹھی تو گھبرا کر کہنے لگے "لہ معقبات" کی ضمیر خدا کا ذکر کرنے والے کیطرف راجع ہوتی ہے لیکن لطف یہ ہے کہ آیت مین یا اُس سے قبل و بعد اُس مرجع کا کہین پتہ بھی نہین ملتا جسکی وجہ سے اس تاویل نے اُسکا سارا نظام درہم و برہم کر ڈالا ہے۔ اور حال کو ذی الحال سے علیحدہ کرکے کلام کے اجزائے ترکیبی بالکل منتشر اور بے ترتیب بنا دیئے ہین ۔ +

(۳۳) اسی قبیل سے بعض مفسرین نے قول باری تعالیٰ "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا" سورۂ قدر کی تفسیر کرتے ہوئے "روح" کی تشریح یہ کی ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو ساتون آسمانون اور زمین کو ایک لقمہ بنا سکتا ہے ؟؟؟ یا جسکا سر عرش کے نیچے ہے تو پیر ساتوین طبقۂ زمین کے نیچے اُسکے ایک ہزار سر ہین اور ہر ایک سر اس دنیا سے بھی بہت بڑا ہے۔ ہر چہرہ مین ہزار منھ ہین . . . " کہان تک درج کرون دور تک ایسی ہی باتون کا سلسلہ چلا گیا ہے جائے غور ہے کہ کتاب اللہ مین ایسے لغو توہمات کا وجود کہان ہو سکتا ہے ؟ ـ

(۳۴) قال اللہ تعالےٰ ـ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (سورہ رعد پارہ ـ ۱۳ ـ رکوع ۱۲) ـ اس آیہ کریمہ کی تاویل مین بھی اسی قسم کی دور از کار باتین بیان کی ہین جیسی ہم اوپر ذکر کر چکے ہین اور پھر ان باتون مین باہم کوئی ربط بھی نہین ہے ـ مثلاً ایک صاحب یہ تاویل فرماتے ہین "خوش قسمتی اور بدبختی کے سوا کہ یہ دونون غیر متغیر ہین بندون کے دیگر معاملات مین حق سبحانہ و تعالیٰ جنہین چاہتا ہے تغیر و تبدیل کر دیتا ہے" بعض مفسرین نے مذکورۂ بالا بیان پر حیات و موت کا بھی اضافہ کیا ہے یعنی انکی بابت جو کچھہ سرنوشت ہو چکی ہے اسمین فرق یا تغیر ممکن نہین ـ یہان تک تو سب ہم آہنگ ہین ـ مگر آگے چلکر تعیین وقت مین اختلاف رائے ہو گیا ہے ـ کچھہ لوگ کہتے ہین کہ خداوند پاک تقدیر سابقہ مین جو ترمیم و تنسیخ کرتا ہے وہ "قدر" کی رات مین کیا کرتا ہے ـ اور چند مفسرین اس بات کے قائل ہین کہ "ماہ شعبان کی پندرہوین شب مین یا جو رات وسط ماہ مین واقع ہو اس مین تقدیر کا تغیر و تبدل ہوا کرتا ہے" لیکن بعض لوگون کے خیال مین یہ کارروائی روزمرّہ ہوتی رہتی ہے ـ تفسیر ابن جریر مین بواسطہ ابی الدرداء مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حق سبحانہ و تعالیٰ رات کی پچھلی تین ساعتون مین نزول فرماکہ پہلی ساعت مین ذکر کا افتتاح کرتا ہے وہ ذکر جسے بجز خود باری تعالیٰ کے آجتک کسی دوسرے نے دیکھا ہی نہین جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے قایم کرتا ہے ـ اور ایک قول مین یہ بھی کہا گیا ہے کہ "خداوند کریم رات کی پچھلی تین ساعتون مین

ذکر کا افتتاح فرماکر پہلی ساعت مین اس کتاب کو مطالعہ کیا کرتا ہے جسے اُسکے سوا کوئی دوسرا انہین دیکھتا۔ پھر جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے (اثبات کرتا) ہے رہنے دیتا ہے۔ غرضکہ ایسی ہی اور موضوعات کا تجسس منظور ہو تو ان کی کتابون مین بکثرت مل سکتی ہین۔ اس مقام پر محو اور اثبات کے جو معنے ہین ان کی تحقیق کرنے سے قبل ہم پوری آیت درج کرتے ہین تاکہ وہ معنی واضح طور پر سمجھ مین آسکین۔ قال اللہ تعالیٰ " وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ۔ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ۔ (سورہ رعد آخری رکوع پارہ ۱۳) اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دو قسم کے خیالات رکھنے کی وجہ سے دو حصون پر منقسم ہو گئے تھے۔ ان مین بعض افراد تو ایسے تھے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو احکام نازل ہوتے انہین سنکر خوش ہوتے تھے اور پسند کیا کرتے لیکن زیادہ تعداد ایسے لوگون کی تھی جو ان احکام کی نسبت اظہار ناپسندیدگی کرنیکے علاوہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز معاشرت مثلاً شادی کرنے۔ کھانے پینے اور دوسرے دنیاوی کامون کو انجام دینے پر براہ عناد عیب لگایا کرتے اور کہتے۔

قال اللہ تعالیٰ " وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ۔ (پارہ ۱۸ رکوع ۱۶) ۔ اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کھانا کھاتا اور بازارون مین چلتا پھرتا ہے۔ اور اسیطرح جب وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس قسم کے خارق عادت معجزات طلب کرتے جیسے دریا کا پانی خشک ہو جائے۔ پہاڑ اپنی جگہہ سے ٹل جائین۔ مردے زندہ ہو جائین۔ اور آپ اونکی ان درخواستون پر کوئی توجہ نہ فرماتے تو وہ لوگ آپ کو کمزور بتاتے اور آپ کی شان گھٹا دیتے حتیٰ کہ آپ کو اس قدر عاجز خیال کرتے جسکو دعوائے نبوت کرنا زیبا نہ ہو۔ اسی لئے حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کی تسکین کیخاطر اور ان معاندین کی تردید کے لئے فرمایا " اور ہمنے تم سے قبل بھی بہت سے پیغمبر مثلاً آدم۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ اور داؤد (علیہم السلام) مبعوث کئے

جنکے بیبیان اور اولادین تھین ۔ اور یہ بات کسی رسول کے قابو مین نہین ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی معجزہ دکھا سکے۔ البتہ خدا کے حکم سے وہ ایسا کر سکتا ہے کیونکہ خدائے پاک ہر چیز کا خالق اور اُسکے نیست یا ہست کرنے کا مختار ہے اور یہ محو اور اثبات اُسکے ازلی علم کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ اسپر خدائے پاک کا قول "وعندہ ام الکتاب" صریحی دلالت کرتا ہے۔ "ام الکتاب" کے معنے اصل کتاب کے ہین یعنی وہ علم قدیم جو بحالت تقدیر اور بصورت ارادہ دونون حالتون مین بالکل مطابق ہوتا ہے۔

الحاصل قول باری "یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ" محض کلام سابق کی تاکید کا فایدہ دیتا ہے۔ یعنی رسُول بجز حکم خدائے پاک کے کوئی نشان دکھا نہین سکتا بعض مفسرین نے اس آیت سے استدلال کرکے جو یہ تحریر کیا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی سابق العلم باتون کو بجز سعادت وشقاوت کے متبدل اور متغیر بھی کر سکتا ہے۔ اسکو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اسکے ماننے سے یہ ماننا لازم آئیگا کہ باری تعالیٰ کا علم قدیم منقلب بہ جہل ہوگیا (معاذ اللہ من ذٰلک) حالانکہ اُسکی ذات اس امر سے پاک اور منزّہ ہے۔

رسُول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنے سامنے اور آپکے بعد سلف صالح نے۔ قرآن پاک کی کوئی ایسی تاویل نہین کی جس سے اُن معنون مین کوئی مغایرت یا مباینت پائی جائے جنپر بحیثیت عربی زبان کی ایک کتاب مبین ہونیکے قرآن پاک صریحًا دلالت کرتا ہے۔ لیکن ان کے بعد آنیوالی نسلون نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے پیروین اولین پر افترا بندی کرکے جس طرح چاہا کلام پاک کے صحیح یا غلط معنی بیان کرنے شروع کردیئے اور باتباع ہوائے نفسانی، الفاظ کلام الٰہی مین تحریف نہ کرسکے تو اپنے تئین شارع علیہ السلام اور اونکی فیض صحبت سے بہرہ مند حضرات کی نسبت اسرار فرقانی کا زیادہ تر ماہر اور واقفکار ظاہر کرکے اس قسم کی رکیک تاویلین کین جن سے نزول کلام اللہ کی غرض بھی فوت ہوجاتی ہے کیونکہ حق سُبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:-

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىکَ اللّٰہُ ۔

"اے رسول ہمنے تمپر حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ تم اس امر کے مطابق جو خدائے پاک نے تمہین دکہایا ہے لوگون کے باہین حکم کرو" اور اسی طرح بکثرت آیتین اس قسم کی موجود ہین جو یہہ ظاہر کرتی ہین کہ نزول قرآن کی غرض تکمیل اخلاق اور درستی معاملات کی ہدایت کرکے انسان کو بداخلاقیون کے ظلمات سے خوش اخلاقی اور حسن معاشرت کی روشنی مین لانا ہے چنانچہ ہم ذیل مین نمونتًا دو تین آیتین اور درج کئے دیتے ہین جو اسی مفہوم کی مؤید ہین ۔ قال اللّٰہ تعالیٰ :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا ۔ (آغاز سورہ کہف پارہ ۱۵)۔

"ہر طرح کی تعریف خدا کو سزاوار ہے جسنے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب (قرآن) نازل فرمائی اور اسمین کوئی کجی نہین رکہی بالکل سیدہی بات ہے تاکہ خدا کی طرف سے آنیوالے عذاب سے لوگون کو ڈرائین اور ایمان لانے والونکو جو نیک کام کرتے ہین یہ خوشخبری دین کہ انکے لئے ایسا نیک اجر ہے جسمین وہ ہمیشہ رہینگے (یعنی جنت)"۔

اور اسی طرح فرماتا ہے :۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ ۔ (پارہ ششم رکوع ہفتم)۔

"خدا کی طرف سے تمکو نور اور کتاب مبین ملگئی جسکے ذریعہ سے حق سبحانہ وتعالیٰ اسکی رضامندی چاہنے والونکو سلامتی کے راستے دکہاتا اور تاریکی جہل سے نور ایمان کی روشنی مین لاتا ہے"۔

جس طرح ان آیات ناطقہ قرآنی کے لتنے صاف معانی ان مفسرین کی سمجھہ مین نہین آئے اسی طرح وہ اس پاکیزہ اور اہم غرض کا بھی ادراک نہین کرسکے جو نزول قرآن کی علت غائی ہے اور کہنے لگے کہ کوئی علم وفن ایسا نہین ہے جسکے اصولی مسائل قرآن پاک نہ بتاتا ہو ان بزرگوار نے

کلام اللہ کو ایسا مجموعۃ العلوم والفنون بنا دیا جسمین جغرافیہ۔ تاریخ۔ طبیعیات۔ اور ریاضی وغیرہ وغیرہ تمام علوم کی چاشنی دی ہوئی ہے اور اس دعوے کے اثبات مین ایسی دور از کار تاویلین پیش کرتے ہین جن سے کلام مجید پناہ مانگتا اور دور بھاگتا ہے۔ اس جہالت اور شیطانی وسوسہ کی رَو مین انہون نے آیات فرقانی پر ایسے حاشیے چڑہائے ہین جن سے آیتون کی صورتین ہی مسخ ہوگئی ہین اور رکیک تاویلون کا وہ جامہ پہنایا ہے جس سے قرآن پاک کی دین اسلام اور ملت خیر الانام کی بہبودی کو مطلقاً تعلق اور نسبت نہین کیونکہ اس طرح کی تاویل کرنے والے درحقیقت اسلام کے ظاہری دشمنون سے بہی بڑہکر ضرر پہونچاتے ہین۔

ع ۔ یار بد بدتر بود از مار بد۔

انہون نے "اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" کی تفسیر مین زلزلہ انکی علت بیان کرتے ہوئے زمین کو اپنے سینگ پر اُٹھانیوالی گائے کا ذکر اور یاجوج ماجوج کے حالات لکہتے ہوئے انکی اس مجنونانہ جنگ کا ذکر جو وہ خدائے پاک کے مقابلہ مین کرینگے اور آسمان پر تیر چلائینگے۔ پہر باری تعالیٰ آسمان کو اُنپر خون برسانے کا حکم دیگا۔ تا آخر۔ کس قدر معقولیت سے کام لیکر لکہا ہے؟ ۔جاڑون مین کنوؤن کا پانی گرم اور گرمیون مین سرد ہوتا ہے اسکی توجیہہ کتنی پیاری اور دل کو لگتی ہوئی کی ہے کہ جاڑون مین راتین جو بڑی ہوتی ہین اسلئے آفتاب جوفِ زمین مین دیر تک ٹھہرتا ہے اور کنوؤن کا پانی گرم ہو جاتا ہے برخلاف ازین گرمی کے موسم مین راتین چہوٹی ہوتی ہین اسلئے آفتاب بہت عرصہ تک جوفِ زمین مین نہین رہتا اور کنوؤن کا پانی سرد رہتا ہے۔ غرضکہ ہمارے اُن روشن خیال مفسرین نے بزعم خود ایسی تاویلون سے کلام باری تعالیٰ مین ناقابل فہم ہونیکا جو نقص رہتا تہا اُسے مٹا دیا ہے لیکن فی الاصل انکی یہ سادہ لوحی اس قابل ہے کہ سمجھدار لوگ تو درکنار بے عقل بچے اور دیوانے اشخاص بہی اُنپر قہقہے لگائین گے۔ کیونکہ انہی کی ان مہربانیون کے باعث آج غیر مسلم اقوام مذہبِ اسلام کا خاکہ اُڑانے اور اسپر آوازے کسنے کا موقع پاتی ہین ورنہ انکو ہرگز اس فہم

کی جرأت نہو سکتی" سیل" نے کلام مجید کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے انہی جاہل مفسرو کے اقوال لکھنے کے بعد جو اُسکے دلمین آیا اپنی طرف سے اُنپر حاشیہ چڑہایا۔ اعتراض کیا اور اس بات کو اُبہار کر دکہایا ... کہ مذہب اسلام کی کتاب یہ ہے اور اسکے امام و پیشوا ایسے لوگ ہین سچ ہے "خدا نادان دوست سے بچائے رکہے"

اکثر لوگون نے قرآن کریم کو "کتاب مبین" ماننے سے بہی روگردانی کی اور اس امر کے قایل نہین ہوئے کہ جو شخص عربی زبان کو جانتا ہو وہ اُسکے معانی بہی سمجہ سکتا ہے بلکہ اپنی طرف سے کہینچ تان کے آیات قرآنی کے دور از کار معانی نکالنے شروع کئے اور خود گمراہ ہوکر دوسرون کو بہی راہ راست سے بہٹکا گئے۔ اور غضب یہ کیا کہ قرآن کے دو معانی قرار دیئے۔ ایک ظاہری۔ دوسرے باطنی۔ اور مدعی ہوئے کہ باطنی معانی کا ادراک بجز اُنکے اور کسی کو نہین ہو سکا حتی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو مہبط وحی الٰہی تہے وہ بہی ان باطنی معانی سے (معاذ اللہ) ناواقف تہے۔ سبحان اللہ! جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائین کہ "مین کتاب اللہ کا سب سے بڑہکر جاننے اور سمجہنے والا ہون۔ لیکن اگر مجہے کسی اور ایسے شخص کا پتہ لگتا جو کتاب الٰہی کا مجہسے بڑہکر جاننے والا ہے تو مین بلا تامل بغرض استفادہ اُسکے پاس جاتا" اور ان مفسرین کا یہ دعوے ہو کہ رسول پاک اُن معنون کے فہم سے قاصر رہے جو ہم سمجہے ہین۔!!!

قرآن پاک کا بغور مطالعہ کرنے سے اِس بات کے بہت سے شواہد ملینگے کہ حضرت رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جس وقت کوئی ایسا سوال کیا گیا جو آپ کی غرض بعثت سے غیر متعلق تہا تو آپنے فوراً سایل کو اُسکے قصد سے باز رکہنے کے لئے دوسری جانب متوجہ کر دیا جس سے وہ سمجہہ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حدود فرائض سے درگذر کرنا نہین چاہتے۔ اور کار منصبی یعنی ہدایت وارشاد اور تبلیغ احکام الٰہی کے سوا اور کسی معاملہ مین دخل دینے سے گریز فرماتے ہین۔ اس امر کی تصدیق کے لئے ذیل کی آیتون پر غور کرنا کافی ہوگا۔

یسئلونک عن الروح قل	(لوگ) تمسے روح کی بابت سوال کرتے ہین۔ کہدو

الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ (پارہ ۱۵ رکوع ۱۰) کہ روح میرے خدا کا ایک حکم ہے"۔

اور "یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ" (پارہ ۲۔ رکوع ۷) "تم سے چاندرات کے چاندون کا حال دریافت کرتے ہین۔ کہدو یہ لوگون کے واسطے اوقات کا تعین ہے اور حج کے وقت کا تقرر"۔

اور "یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰهَا" (سورہ والنازعات پارہ ۳۰) "تم سے قیامت کی بابت دریافت کرتے ہین کہ وہ کب آئیگی۔ تمکو اُسکے بیان کرنیکی کچھہ ضرورت نہین اُسکا خاتمہ خدا کی جانب ہے تم تو صرف ڈرانیوالے ہو جو قیامت سے ڈرے"۔

اِن آیتون مین حق سبحانہٗ نے صاف طور سے بیان کردیا ہے کہ رسولون کا فرض منصبی صرف اس قدر ہے کہ لوگون کو قیامت کے برحق ہونے کی خبر دیکر عقبیٰ کے لیے سامان کر رکھنے کی ہدایت کرین اور اُس دن کے ہول سے ڈرائین۔ یہ اُنکا فرض ہرگز نہین کہ وہ قیامت کی تحدید یا اُسکے آنیکا وقت بتائین اور مقرر کرین۔ اسی طرح حق سبحانہٗ فرماتا ہے۔

وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا" (پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۵) "تجھسے پہاڑون کا حال پوچھتے ہین سو تم کہدو کہ میرا پروردگار انکو اُڑا کر بکھیر دیگا پھر زمین کو چٹپر میدان بنا دیگا جس مین نہ موڑ ہوگا اور نہ ٹیلہ"۔

الحاصل مذکورہ بالا آیات نے اس بات کا ثبوت دیدیا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غیر متعلق سوالات کے جواب مین لوگون کو سنت اللہ اور قانون قدرت کیجانب رجوع لانے کی ہدایت فرماتے اور متنبہ کردیتے تھے کہ تمہارے سوالات متعلقات رسالت کے دایرہ سے خارج نہ ہونے چاہئین۔ +

کیا اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی؟

یوروپین اصحاب کا بیشتر حصہ اور بعض کم عقل مسلمان بھی اس غلطی مین پڑ گیے ہین کہ مذہب اسلام کی اشاعت اور اسکے دُنیا مین قدم جما لینے کا ذریعہ تلوار کو قرار دین۔ اور کہین کہ آگے آگے تلوارین راستہ صاف کرتی بڑے بڑے گردن کشون کو خاک ذلت پر گراتی اور کمزورون کو اپنی جان و مال کی حفاظت کیلیئے قبول اسلام پر مجبور بناتی جاتی تہین۔ پیچھے پیچھے ہر جگہ اسلام کی اشاعت ہوتی تھی۔ اسکی مثالین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا اور غزوات قرار دیتے ہین۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کی فوج کشیون اور فتوحات کو تمثیلاً پیش کیا ہے لیکن اگر اُن لوگون نے قرآن پاک۔ تاریخ اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھا ہوتا اور اون دلون کے اہل عرب کے اخلاق و عادات بھی معلوم کر لیے ہوتے۔ تو اُن سے اس قسم کی غلطی نہ سرزد ہوتی اور اُنکے دل وساوس اُنہین رسول پاک (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اون کے تابعین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پر بیجا الزام لگانے کی جرأت نہ دلاتے۔ بیشک مجھکو اس بات سے انکار کرنیکی گنجائش نہین کہ بعض مسلمان فرمانرواؤن نے اپنی بد اعمالیون سے اسلام کے خوشنما چہرہ کو کسیقدر داغدار بنایا۔ مگر مین اسلام کو اُسکی اصلی تعلیمات اور ماہیت کے ساتھہ ظاہر کرنا چاہتا ہون ا علیحدہ وہ لوگ خارج از بحث سمجھنے چاہئین چنانچہ اس مقام پر مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے تاریخی اسباب بیان کرتا ہون جن سے عیان ہو جائیگا کہ حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی تمام فوجکشیون مین ہرگز پیشدستی اور زیادتی نہین فرمائی۔ بلکہ ہمیشہ اس بات پر عمل فرمایا کہ جو شخص آپ پر زیادتی کرتا اور آپ کو ایذا دیتا صرف اُس سے انتقام لینے کے لیئے آپ امادۂ جنگ ہوا کرتے تھے۔ یہ بیان کرنے کی کوئی حاجت نہین کہ آغاز دعوت کے زمانہ مین آپ کی کیا حالت تھی۔ رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) تنہا تھے۔ کمزور تھے

اور غیر تو دشمن تھے ہی اپنے کنبہ اور گھر والے بلکہ قریب تر رشتہ دار بھی خون کے پیاسے بن گئے تھے اور جیسی تکلیفین مشرکین مکہ کے ہاتھون آپ کو برداشت کرنی پڑین انکو ہر ایک تاریخ کا دیکھنے والا بخوبی جانتا ہے۔

جس وقت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کو دین حق اور ہدایت خلق کا منصب عطا فرماکر مبعوث کیا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر اپنی تعلیم محض انہی لوگون مین پھیلاتے تھے جنکی بیدار مغزی اور انصاف پسندی پر آپ کو پورا اعتماد ہوتا تھا۔ غرضکہ آغاز نبوت مین آپنے بجز ہدایت اور صاف و دندان شکن دلائل پیش کرنیکے کوئی تلوار میان سے نہین نکالی۔ اس حالت مین جو لوگ ایمان لائے وہ ابوبکر۔ عثمان۔ زبیر۔ عبدالرحمن بن عوف اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم تھے۔ سابقین الی الاسلام مین خالد بن العاص کا قصہ یہ ہے کہ وہ رسول پاک کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا "محمد! آپ لوگون کو کس امر کی فہمائش کرتے ہین؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مین تمہین سمجھاتا ہون کہ ایک خدا کی عبادت کرو جسکا کوئی شریک نہین جن بانہون پتھرون کی تم پرستش کرتے ہو اُن سے بیزار ہو جاؤ کیونکہ وہ تمہین کوئی فایدہ نہین پہنچا سکتے۔ مان باپکے ساتھ نیکی کرو۔ تنگدستی اور فقر کے خوف سے اپنے بچون کو نہ مارو۔ ظاہر یا باطن کسی حالت مین بُری باتون کے پاس نہ پھٹکو۔ اُس جان کو قتل نہ کرو جسکے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے۔ مگر حق پر ہلاک کرنے مین حرج نہین یتیم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ مگر اچھی صورت مین اُسے اُس وقت تک خرچ کر سکتے ہو جب تک وہ یتیم سن بلوغ کو پہونچ جائے۔ ناپ تول دیانت داری کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ اپنے کلام مین عدل اختیار کرو خواہ اُسکا نتیجہ تمہارے عزیزون کے حق مین اچھا نہ نکلتا ہو اور جو اقرار کرو اُسے پورا کر دو" اس صاف اور قابل قدر نصیحت کو سنکر خالد بن العاص فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور اسی طرح چند کورۂ بالا مغز لوگ بلا کسی ہچکی اور مجبوری کے دایرہ اسلام مین داخل ہوئے تھے وہ سچے دل سے بلا کسی دباؤ کے محض منصف مزاجی

اور حق جوئی سے اپنی سابقہ حالتِ ضلالت اور اسلام کی سنجیدہ اور دلنشین تعلیم کا فرق محسوس کرکے ایمان لائے جس سے اُنہین کوئی عزت و مرتبت یا مال و دولت حاصل ہونیکی طمع ہرگز نہ تہی اور نہ وہ بوجہ تنگدستی اس دین کے قبول کرنے پر مائل ہوئے ۔ بلکہ اکثر وہ لوگ خود نہایت آسودہ حال صاحب دولت و عزت تہے اور اپنے مدد و معاون لوگون کے بڑے بڑے جتہے رکہتے تہے اپنی قوم مین ممتاز اور صاحب حکومت بہی تہے حتی کہ اونکے مقابلہ مین اُس فرد واحد (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی ہستی نہ تہی لیکن حق کی زبردست طاقت نے اونکے دلون کو موم بنادیا اور باعتبار امور دنیاوی اور حالات تمدن کے وہ اپنے سے ایک کم مرتبہ شخص کی اطاعت پر جان و دل سے آمادہ ہوگئے اور اوسکے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے اور اوسکی اعانت کرنے مین بڑی بڑی مصیبتین جہلین مگر فطری مذہب کی خوبیون نے اُن کے دل پر ایسا گہرا اثر ڈالا تہا جس سے وہ کسی دقت اور رکاوٹ کی پروا نہین کرتے تہے ۔ اور اون کے سینے نور معرفت کے گنجینے بنے ہوئے تہے ۔ قال اللہ تعالیٰ :-

وَلَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ (سورہ حشر پارہ ۲۸)

"اگر ہم قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے (جو بے حس جماد ہے) تو تم دیکہتے کہ وہ بہی مارے ہیبت الٰہی کے تہرّاتا اور شق ہوا جاتا ہے ۔"

اسکے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلے بندون دین حق کی تبلیغ و دعوت شروع کردی ۔ قریش کے لوگ آپ کا تمسخر اڑاتے اور اپنی صحبتون مین آپ پر آوازے کستے اور قہقہے لگاتے ۔ لیکن ان باتون سے رسول برحق کے عزم مین کوئی تغیر نہ آتا ۔ آپ ہمیشہ اُن کے داناؤن کو نادان بتلانے اور اون کے معبودون کی برائیان جتلانے مین مصروف رہتے ۔ آخرکار قریش کے دلون مین رسول برحق کی طرف سے کینہ و عداوت کی آگ شعلہ زن ہوئی وہ لوگ آپکے چچا "ابی طالب" کے پاس گئے اور اُن سے کہا "دیکہو صاحب !

ہم مین تمہاری جو کچھہ شان اور عزت ہے اور جیسا شرف تمہارا کیا جاتا ہے اُسکے لحاظ سے ہم لوگ تم سے کہتے ہین کہ اب تمہارے اس بھتیجے کی حرکتون کو ہم زیادہ برداشت نہین کر سکتے اس نے ہمین احمق بنانے ہمارے باپ دادون کو گالیان دیتے۔ اور ہمارے معبودون کو بُرا کہنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ اسلئے یا تو آپ اُسے ان باتون سے روکئے ورنہ ہم لوگ اُس سے اور آپ سے بر سر جنگ آئینگے۔ اور اُس وقت تک برابر لڑتے رہین گے جبتک کسی ایک فریق کا بالکل خاتمہ نہ ہو جلئے " یہ کہکر وہ لوگ تو چلے گئے مگر " ابی طالب " پر اپنے قوم کو چہوڑ دینا سخت شاق تہا جسکے ساتہہ ہی دوسری جانب بھتیجے کو بے یار و یاور چہوڑ دینے کو بھی دل نہ چاہتا تہا۔ اس وجہ سے انہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا " بھتیجے ! تم اپنی جان بچاؤ۔ اور مجہے ناقابل برداشت بار کے نیچے نہ دباؤ " رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گمان ہوا کہ انکے چچا انہین چہوڑ دینے پر آمادہ ہو گئے ہین لہذا آپنے فرمایا " چچا جان ! واللہ ! اگر وہ لوگ میرے داہنے ہاتہہ مین سورج اور بائین ہاتہہ مین چاند رکہدین اور کہین کہ تم اس بات کو چہوڑ دو۔ تو بہی مین ہرگز انکی بات نہ مانون گا یہان تک کہ خداوند پاک اپنی ہدایت کو غلبہ دے یا مین اُسی کے احکام کی تبلیغ کے پیچہے جان دیدون " یہ فرماکر آپ رونے لگے اور وہان سے اُٹھکر چلے گئے۔ اس واقعہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ایذا دہی۔ عداوت کہنے۔ ظلم و ستم کرنے اور باہم سازشین کر کرکے آپکے ستانے یا جان سے مار ڈالنے کی فکرین کرتے رہنے سے جو مصیبت اور تکلیف برداشت کرنی پڑی اُسکا ذکر تاریخون مین موجود ہے اور تا قیام عالم قائم رہیگا۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ امام بخاری کی ایک حدیث درج کیجاتی ہے جس وقت رسول پاک خانہ کعبہ کے ایک گوشہ مین نماز پڑہ رہے تہے اتفاقاً عقبہ بن ابی معیط وہان آگیا اور اُس شقی نے حضور انور کو یاد خدا مین مصروف دیکہکر اپنی چادر حضور انور کی گردن مین ڈالدی اور اس زور سے پیچہے کو کھینچا کہ آپکا دم گھٹنے لگا۔ یہ حالت ابوبکر رضنے دیکہی اور انہون نے

جھٹ پٹ قریب آکر عقبہ کا شانہ پکڑ لیا اور اُسے رسُول پاک سے الگ کر کے فرمایا۔ "کمبختو! تم اُس شخص کو جان سے مارتے ہو جو اللہ کو اپنا خالق بتاتا ہے اور وہ خدا کی طرف سے روشن نشانیاں اپنے برسرِ حق ہونے کی لایا ہے؟"

یہ تکلیف و مصیبت تمام مسلمانون کے حصہ مین آئی تھی۔ سابق الاسلام صحابہ کرام مین ایسا غالبًا کوئی بھی نہ ہوگا جسکو بہت بڑا حصہ مشرکین کی ایذا دہی کا نہ ملا ہو۔ یہی ابوبکر رض جو زمانہ جاہلیت مین سردار قوم اور معزز شخص تھے ایمان لے آنیکے بعد قریش نے انہین اس قدر دق کیا اور رنج و عذاب پہنچائے کہ آخر اونہون نے ملک حبش کیجانب ہجرت کر جانے کی رائے قایم کر لی تھی۔ مگر چونکہ "ابن الدغنہ" نے اونسے اسبات کا عہد کر لیا کہ وہ اپنے گھر کے اندر خدائے واحد کی عبادت کیا کرین۔ صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے ذریعہ سے قریش کو تکلیف نہ دین اسلئے وہ رُک گئے۔ لیکن جب ابوبکر رض نے اپنے گھر کے قریب ایک مسجد تیار کرنے کی بنیاد ڈالی تو ابن الدغنہ نے اون سے آکر کہا "میرا اور تمہارا معاہدہ کچھہ اور تھا لہذا یا تو اُسی پر قایم رہو ورنہ میرا ذمہ قایم نہین رہیگا۔ مجھہ سے یہ نہین سُنا جائیگا کہ مین کسی شخص کے ساتھہ معاہدہ کرنے کی بابت نظر بند کیا گیا ہون" ابوبکر رض نے کہا "بہت اچھا۔ مین نے آپ کی پناہ دہی آپ کو واپس کی مجھے اپنے خدائے پاک کی حمایت و حفاظت کافی ہے" (روایت بخاری ملخصًا)۔

مسلمانون پر مشرکین کی سختیان حد سے گزر گئین چنانچہ جب انہین طاقتِ برداشت نہ رہی تو رسُول پاک صلعم نے اُنہین ممالک حبشہ کی جانب ہجرت کرنیکا حکم دیا اور دس مرد اور پانچ عورتین اون مین سے ہجرت کر گئین۔ قریش سے کوئی تدبیر رسول پاک کو امر ہدایت سے باز رکھنے کی نہ بن آئی تو آخر مین تھک کر اونہون نے بنی ہاشم اور بنی مطلب سے قطع تعلق کر دینے کی ٹھیرائی اور اون سے میل جول، داد و ستد سب ترک کر کے اُنہین شہر مکہ سے نکال دینے کا ارادہ کیا اور یہان تک درپے آزار ہوئے کہ وہ تنگ آکر "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کو

قتل کرنیکے لیئے اُن کے حوالہ کردین۔ چنانچہ اس مضمون کا ایک محضر لکھکر خانہ کعبہ کے اندر آویزان بہی کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر پر مطلع ہوکر تمام مسلمانون کو حبشہ کی جانب ہجرت کرجانے کا حکم دیا اور بیشتر لوگون نے اسکی تعمیل بہی کی۔

قریش کی بدسلوکی اور دشمنی دیکھہ کر اُنکی طرف سے آپ کو مایوسی ہوگئی تو آپ اہل عرب کے میلون اور مجمعہ کے موقعون پر جاکر قبایل کو دعوت اسلام دینے لگے اور انہین حمایت دین متین کی طرف متوجہ کرتے رہے۔ اُن مین سے کچھہ لوگ تو مناسب طور پر آپ کی بات ماننے سے انکار کردیتے اور بہت سے کمبخت گستاخانہ باتین منہ سے نکالتے۔ اسی اثنا مین قبیلہ اوس کے چند سردار بدین غرض "مکہ" مین آئے کہ "خزرج" سے مقابلہ کرنیکے لیئے قریش کو اپنا حلیف بنائین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہی اُنکے پاس تشریف لیگئے اور انہین دعوت اسلام دیکر قرآن کریم سُنانا شروع کیا۔ تہوڑی دیر بعد اُن مین سے چند شخص ایمان لائے اور آپ کی تصدیق رسالت پر قایم ہوئے پہر تو رفتہ رفتہ اوس۔ اور خزرج کے قبایل مین مسلمانون کی تعداد بڑہنے لگی۔ اس بات کا پتہ لگنے سے قریش والون کی آتش عناد اور بہی مشتعل ہوگئی۔ اور وہ بہت زور شور کے ساتہہ حضور انور کو ایذا دینے پر کمربستہ ہوگئے۔ تاہم صرف جسمانی تکلیف یا دلی صدمہ دینے کے علاوہ قتل کی جرأت نہین کرسکتے تہے۔ مگر جس وقت اہل مدینہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت و اعانت کا وعدہ کیا اور قریش کو اس بات کی خبر لگی تو وہ آتش حسد سے جلکر کباب ہوگئے۔ انہون نے باہم ملکر صلاح کی کہ اب اس شخص (رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل ہی کرڈالنا مناسب ہے۔ رائے یہہ قرار پائی کہ ہر قبیلہ کا ایک منچلا شخص اس کام کی انجام دہی کے واسطے منتخب ہو اور پہر وہ سب لوگ ملکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرکے انکا کام ہی تمام کردین۔ اس طرح سے انکا خون تمام قبایل مین پہیل جائیگا اور بنو عبد مناف اپنے مین سارے قبیلہ قریش سے جنگ کرنے کی قوت نہ پاکر خون بہا لینے پر مجبور ہو جائین گے ان کمبختون نے تو اپنی دانست مین بہت پردہ داری کے ساتھ کارروائی کرنی چاہی تہی۔

لیکن یہہ نہین جانتے تھے کہ رسُول برحق کا محافظ بہت قوی ہے جسکے سامنے انکی ایک تدبیر بھی نہین چل سکتی۔ رسُول خدا کو بذریعہ وحی کفار مکہ کی تمام سازش کا علم ہوگیا اور ہجرت کا حکم ملا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوست ابو بکر رضؓ کو ساتھ لیکر رات کے وقت انہین مشرکین کے نرغہ مین سے نکلتے ہوئے چلے گئے اور اُنہین خبر بھی نہ ہوئی تاآنکہ آپ مدینہ پہونچکر اون لوگون مین مقیم ہو گئے جنہون نے آپ کی امداد و اعانت اپنی سعادت سمجھی اور دین برحق کے سچے پیرو ہو گئے۔ دعوت اسلام کے اجمالی حالات یہہ ہین جو بیان کئے گئے۔ انکو سُن کر کوئی بتا سکتا ہے؟ کہ اتنے عرصہ کس تلوار کے زور سے اسلام کی اشاعت ہوتی رہی۔ اب رہے وہ غزوات اور حملے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف بری مدینہ کے بعد لئے اُنکی بھی معقول وجوہ موجود ہین جن مین سے چند اہم اور سخت ضروری اُمور ہم یہان بیان کئے دیتے ہین۔ خداوند کریم نے اپنے رسُول کے لئے یہہ بات جایز قرار دی تھی کہ وہ اپنے اذیت دینے والے اور اونکو اور اونکے ساتھیون کو گھرون سے نکال دینے والے دشمنون یعنی اہل قریش سے جنگ کر کے اُنکی شرارتون کا بدلہ لین۔ خدائے پاک نے فرمایا:۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۞ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔

(پارہ ۔ ۱۷، رکوع ۱۳۔)

”جو لوگ قتال کرتے ہین اُنہین اسلئے جنگ کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ مظلوم ہین اور اللہ اونکو فتح دینے کی قدرت رکھتا ہے وہ ایسے لوگ ہین جو ناحق اپنے گھرون سے نکال دیئے گئے اور بجز اسکے اونکی کوئی خطا نہ تھی کہ وہ اللہ کو اپنا خالق اور معبود کہتے تھے“

اور حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

”جو لوگ تمسے آمادہ جنگ ہون تم بھی خدا

يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
الْمُعْتَدِيْنَ۔ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ
وَأَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ
أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَإِنْ
قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَاءُ
الْكَافِرِيْنَ۔ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ
فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوْا
فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ۔

(پارہ دوم۔ رکوع ۸)

کی راہ مین اُنسے جنگ کرو اور حد سے نہ بڑہو
کیونکہ خدائے پاک حد سے گذرنیوالون
کو پسند نہین کرتا۔ تم ان (مشرکین) کو جہان
پاؤ قتل کرو۔ اور انہین بہی اسی طرح گہرون
سے نکال دو جسطرح اونہون نے تم کو
نکال دیا تہا۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت
ہے۔ اور تم ان سے مسجد حرام کے نزدیک اُسوقت تک
جنگ نہ کرو جبتک کہ وہ خود تم سے اس مین
جنگ کرین۔ پس اگر وہ تم سے وہان
لڑین تو تم بہی اُنہین قتل کرو۔ کافرون کا
بدلہ ایسا ہی ہے۔ پہر اگر وہ باز رہین تو اللہ
پاک معاف فرمانے والا اور مہربان ہے۔ اور تم اون سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ نہو اور دین الٰہی قایم ہوجاوے پہر اگر وہ باز رہین تو وبال صرف ظلم کرنے والون پر ہوگا۔"

ابتداءً حق تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بجز کفار قریش کے دیگر عربی قبایل سے جنگ کرنے کی اجازت نہین دی تہی لیکن جس وقت اور قبیلون نے بہی مسلمانون پر پیشدستی شروع کی تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات کو مباح فرمایا کہ جو شخص تم پر پیشدستی کرے تم اس سے بہی سمجہ لو۔ چنانچہ فرمایا۔ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً۔ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۱) "یعنی جس طرح مشرکین سب ملکر تم سے جنگ پر آمادہ ہین تم بہی ان سب پر جنگ آؤ"۔ اور فرمایا۔ "وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ۔ (پارہ دہم رکوع دوم) یعنی اور اگر کسی قوم سے بددیانتی یا فریب کرنے کا خوف ہو تو اسے بہی برابر جنگ مین شریک کرو"۔ ان آیات کو پڑہنے اور سمجہنے کے بعد کیا کوئی منصف مزاج شخص یہ کہہ سکتا ہے

کہ مسلمانون پر جس قسم کی لڑائی منجانب اللہ فرض کی گئی تھی وہ آجکل کی مشہور دفعہ قانون "حفاظت خود اختیاری" سے کچھ جداگانہ حیثیت رکھتی ہے؟ ہرگز نہین کیونکہ خداوند کریم نے مسلمانون کو جنگ مین حد سے بڑھنے کی ممانعت فرمادی تھی اور جو انکو ستائے یا انکی آبروریزی کرنی چاہے اسی سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا تھا -

مکہ والون نے رسول پاک پر جیسی زیادتیان کی تھین اُن سے کون ناواقف ہے؟ پھر بھی باوجودیکہ ان لوگون نے رسول پاک کو مع اُن کے اصحاب کے ترک وطن پر مجبور کردیا تھا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین جا کر مہاجرین اور انصار کے جتھے مین پناہ گزین ہوئے تو قریش والون کے دل پر یہ امر اور شاق گذرا ۔ وہ اس بات کا موقع ڈھونڈھ رہے تھے کہ کسی طرح رسول خدا کو صدمہ پہونچائین اور اُن کے دین اور پیروان دین کو صفحۂ ہستی سے مٹادین ۔ اسلئے اگر خاموشی یا ایسی اختیار کرکے بغیر چھیڑ چھاڑ اور بدلہ لینے کے انہین یون ہی چھوڑ دیا جاتا تو آگے چلکر جب وہ تمام عربی قبائل کو اپنا ہم آہنگ بنا لیتے تو وہ مٹھی بھر مسلمان دنیا مین کیونکر باقی رہ سکتے تھے؟ - دوراندیشی اور معاملہ فہمی کا اقتضا یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن مشرکین کو چین سے نہ بیٹھنے دین ۔ اور جسطرح اُنہون نے مسلمانون کو تنگ کیا تھا ویسا ہی انکا بھی دم ناک مین کردین ۔ اسی لیئے آپ اپنے جان نثارون کی مختصر جماعتین وقتاً فوقتاً اُنپر چھاپے مارنے کیلیئے روانہ کرتے رہتے تھے اور بڑی بڑی لڑائیون مین آپ بذات خاص سپہ سالاری فرمایا کرتے ۔ آپکی اس کارروائی سے آخر مشرکین مکہ کا قافیہ تنگ ہوگیا اور انکی تجارت جو آمدنی کا ذریعہ تھی رُک گئی ۔ سب سے بڑا معرکہ جسمین مسلمانون کی فتحیابی اُنکی دھاک بندھ جانیکا سبب بنی بدر کبریٰ کا واقعہ تھا ۔ اس جنگ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ایک تجارتی قافلہ پر جو شام سے آرہا تھا چھاپا مارنے کا انتظام کیا تھا ۔ کیونکہ اس قافلہ مین قریش کی دولت کا بیشتر حصہ موجود تھا اور اُس گھر لینے کے تمام قرائن اُدھر والون نے جو کچھ جسکے

پاس تہا اس تجارت مین شریک کردیا تہا۔

ابوسفیان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مع فوج قافلہ تجارت پر چھاپا مارنے کے لئے مدینہ سے نکلنا معلوم ہوا تو اُس نے بہت تیزی کے ساتھہ قریش والون کو اپنے قافلہ تجارت کی حفاظت کے لیئے تیار ہوجانیکا پیام بہیجا اور ساڑہے نوسو آدمیون کی جمعیت لے کر رسولؐ خدا سے جنگ کرنے کو روانہ ہوگیا مقام "بدر" مین دونون فریقین آمنے سامنے ہوئے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مسلمانون کو باوجود کمزوری اور کمی تعداد کے فتح ونصرت عطا فرمائی۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ۔ (پارہ چہارم۔ رکوع چہارم)۔	"اور بیشک خدا نے (جنگ) بدر مین تمہاری مدد کی بحالیکہ تم بے حقیقت تہے"

مدینہ کے یہودی بہی اندرونی طور پر مسلمانون کے دشمن تہے اُنکو اُمید تہی کہ اس جنگ مین ان معدودے چند لوگون کی بے سروسامان جماعت کا اہل مکہ کے ہاتہون قلع قمع ہوجائیگا اور انکی وہ گت بنے گی جو خیال مین نہین آسکتی۔ مگر واقعہ بدر کے بعد جس مین اللہ پاک نے اپنے رسولؐ کریم اور مسلمانون کو فتح وظفر سے سرخرو کیا اُن یہودیون پر یہہ امر اور بہی شاق گذرا اور جو عہد وپیمان اُنہون نے رسولؐ خدا سے بوقت تشریف آوری مدینہ کئے تہے وہ سب توڑ ڈالے غصہ اور عداوت کی دبی ہوئی آگ اُنکے سینون مین اسقدر مشتعل ہوئی کہ مونھہ سے چنگاریان اڑنے لگین یعنی وقتاً فوقتاً بغض وعداوت بہرے کلمات زبان پر لانے لگے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کو عہد شکنی اور سرکشی [illegible] سے ڈرایا تو اُنکے سردارون اور رئیسون نے جواب دیا۔

[illegible] اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم کو پسپا کردینے اور اون کو شکست دینے پر [illegible] ۔ جب ہمارے مقابلہ پر آؤگے تو پتہ لگے گا کہ کسی سے پالا پڑا ہے" چونکہ اُن یہودیون نے اپنی طرف سے عہد شکنی اور اظہار عداوت کی

ابتدا کی تہی اسلیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنپر فوجکشی کرکے پندرہ دن تک اُنہین سخت محاصرہ مین رکہا یہان تک کہ اونکو اپنی کمزوری کا احساس ہوا اور اونکے دلون پہ مسلمانون کا رُعب چہا گیا جسکی وجہ سے اُن لوگون نے رسُول پاک سے درخواست کی کہ اُنہین بال بچون سمیت کسی اور ملک کو چلے جانیکی اجازت اور امان دی جائے۔ وہ مال دولت اور گہر بار سب مسلمانون کے لیئے چہوڑ دین گے۔ اور رسول پاک نے یہہ درخواست منظور فرمالی۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مناسک عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ جانیکا ارادہ کیا اور اس خیال سے کہ کچہہ جنگ کرنے تو جاتے نہین ہین جو مشرکین قریش مانع ہونگے صرف پندرہ سو اصحاب کی جماعت اور "ہدی"[۱] ساتہ لیکر روانہ ہوگئے۔ سرحد "حدیبیہ" پر پہونچکر عثمان رض کو سفیر بنایا اور قریش کے پاس بدین غرض روانہ کیا کہ اُنہین آپکے مقصد سے آگاہ کردین عثمان رض نے رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کا پیام قریش کو پہونچا دیا۔ مگر اونہون نے جواب دیا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زبردستی کبہی اس شہر مین داخل نہین ہوسکتے" پہر اونہون نے عثمان رض کو اپنے یہان قید کرلیا۔ اور افواہ اُڑگئی کہ عثمان رض قتل کردیئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا "اب تو جب تک قریش سے فیصلہ کن جنگ نہ کرلینگے واپسی معلوم" پہر اپنے اصحاب سے مارنے اور مرنے پر بیعت لی اور آمادۂ قتال ہوگئے۔ قریش والے یہہ صورت دیکھکر ڈر گئے اور اونہون نے "سہیل بن عمرو" کو صلح خواہی کے لیئے بہیجا جسکی وجہ سے لڑائی ٹل گئی اور باہم ایسی چند شرطون پر فیصلہ ہوگیا جن سے مسلمانون اور اہل قریش کے مابین چار سال تک جنگ ملتوی ہوگئی۔

اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع مسلمانون کے اس سال بغیر عمرہ ادا کیئے

---

[۱] ہدی۔ وہ قربانی کا جانور جسے مقام روانگی سے ساتہہ لیجلین تاکہ مکہ مین پہونچکر قربانی کرینگے۔

مدینہ کو واپس آ گئے اور اگلے سال اُسے قضا فرمایا۔ پھر آپ نے شرائط صلح کی پوری پابندی رکھی نہ کوئی ذمہ داری باطل کی اور نہ کسی قسم کی عہد شکنی فرمائی تا آنکہ اب بھی قریش والوں ہی کی طرف سے خلاف ورزی و بدعہدی کی ابتدا ہوئی۔ اسکی صورت یہ ہوئی کہ "خزاعہ" کا قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین داخل ہوا تھا اور اسی طرح ایک دوسرا قبیلہ "بکر" نامی اہل قریش کے عہد مین شامل ہوا تھا۔ ان دونون قبیلون کے مابین قدیم الایام سے عداوت اور جنگ و جدل کا سلسلہ چلا آتا تھا۔ مگر اب کچھ عرصہ سے صرف دلی کاوش رہگئی تھی ورنہ بظاہر امن تھا۔ اتفاقاً قبیلہ بکر کا ایک شخص کسی موقع پر ایک خزاعی آدمی کے روبرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو مین چند اشعار گانے لگا جس سے خزاعی کو غصہ آیا اور اس نے اٹھکر اس شخص کو زد و کوب کیا۔ اس بات سے قبیلہ بکر کی دبی ہوئی آتش عداوت بھڑک اٹھی اور انہون نے جوش مین آکر قریش سے امداد مانگی تا کہ قبیلہ خزاعہ پر چھاپہ مار کر اپنی ہتک حرمت کا بدلہ لین۔ قریش والون نے آدمیون اور سامان جنگ سے مدد دی اور قبیلہ بکر کے لوگ خزاعہ والون پر غفلت مین شبخون مار کر انکے چند آدمیون کو قتل کر گئے۔ خزاعہ نے اس واقعہ کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور اہل قریش اور اون کے حلیف قبیلہ بکر کی کارروائی سے آپ کو آگاہ کیا۔

قریش والے یہ حرکت کر نے کو تو کر بیٹھے لیکن بعد مین سوچے کہ یہ بہت بری بات ہوئی اور اس سے اس معاہدہ صلح کی شرط مین نقص واقع ہوا جو اُن مین اور مسلمانون مین ہوا تھا۔ وہ نادم ہوئے کہ بے سوچے سمجھے اس قدر جلدبازی کی اب اسکی تلافی کرنی چاہئے چنانچہ اپنے سردار قوم ابوسفیان کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ معاہدہ صلح کی توثیق کرآئے اور اوسکی مدت بڑھا دے۔ ابوسفیان نے مدینہ مین آکر رسول پاک سے اپنی غرض ظاہر کی۔ رسول پاک نے اُن سے دریافت کیا کہ "کیا اس اثنا مین کوئی عہد شکنی یا خلاف ورزی کی گئی ہے؟" ابوسفیان نے جواب دیا "نہین" رسول علیہ السلام نے فرمایا۔ پھر ہم

اپنی اسی پہلی مدت اور سابقہ صلح پر قائم ہیں" اور کچھہ نہ فرمایا۔ اب یہ بات سمجھہ میں آگئی ہوگی کہ اِس وقت سابق عہدِ صلح کی شرطون کے لحاظ سے اہل قریش کو جنگ چھڑنے کا خیال ہوچکا تہا اور وہ اُسے روکنے پر زور لگاےہے تہے اور گو عرب کے بڑے بڑے نامور لوگون کو اونہون نے بیچ مین ڈالکر اس امر کی سلسلہ جنبانی کی لیکن وہ ناکام رہے۔

ادہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجکشی کی تیاریان شروع کین۔ ابوبکر رضہ کو فتح مکہ کے عزم سے آگاہ کیا تو اُنہون نے معاہدہ صلح کی یاد دلائی جسکے جواب مین قریش کی عہد شکنی کا واقعہ اُن سے بیان کیا۔ اور دس ہزار جان نثارون کو جلو مین لیکر رسول پاک نے مکہ کیجانب رُخ کیا۔ شہر کے قریب آکر "خالد بن الولید رضہ" کو حکم دیا کہ وہ شہر کے نشیبی جانب سے حملہ آور ہوکر اُس مین داخل ہون۔ اور خود آنحضرت بالائی جانب سے شہر پر بڑھے منادی "ندا کرتا جاتا تہا۔ جو اپنے گہر مین دروازہ بند کرکے بیٹھہ رہے۔ اور جو مسجد مین چلا جائے۔ اور جو ابوسفیان کے گہر مین پناہ لے اُسے امن ملیگا" صرف مقابلہ کرنیوالون سے جنگ ہونی ضروری تہی اور ہوئی۔ یا چند شخصون کا خون آپنے مباح کردیا تہا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کے پردے تھام کربھی پناہ مانگین تو اونکو زندہ نہ چہوڑا جائے کیونکہ آجکل کی اصطلاح کے رو سے وہ لوگ "سیاسی مجرم" (پولیٹکل مجرم) تہے۔ مکہ کی فتح مین صرف خالد بن الولید رضہ کے لشکر کو کچھہ دیر لڑنا پڑا چنانچہ وہ چوبیس آدمیون کو قتل کرکے بزور شمشیر شہر مین گھس پڑے اور اونکے ساتھی صرف دو مسلمان شہید ہوئے۔

فتح کے بعد سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیا وہ خانہ کعبہ کو بتون کی نجاست سے پاک کرنا تہا۔ اس سے فارغ ہوکر اپنے لوگون کو مخاطب فرماکر ایک مؤثر تقریر کی جسمین بہت سے دینی احکام بیان کئے تہے اور اپنے خطبہ کو باری تعالیٰ جل شانہٗ کے اس قول پر تمام کیا:۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ	(۱) اے لوگو ہمنے تمکو ایک مرد اور ایک

وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (پارہ - ۲۶ - رکوع ۱۴)

عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومون اور قبیلون پر منقسم بنایا تاکہ آپسمین ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک تم لوگون مین سے خدا کے نزدیک اُسکی عزت زیادہ ہے جو باعتبار پرہیزگاری تم سب مین بڑھا ہوا ہو۔"

رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و رعادتمین اس قدر پسندیدہ تہین کہ - ایک شخص فتح مکہ کے بعد آپ کی خدمت مین بیعت کرنے کے ارادہ سے حاضر ہوا لیکن وہ خوف کی وجہ سے لرز رہا تہا - سرور کائناتؐ نے اُسکی یہہ حالت دیکھکر فرمایا "اپنے دل کو ڈھارس دو مین کوئی بادشاہ نہین ہون - بلکہ قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہون جو قدید (خشک گوشت) کھایا کرتی تہی ۔"

فتح مکہ سے بُت پرستون کی جمعیت کا شیرازہ بکھر گیا - فوج در فوج لوگ داخل اسلام ہونے لگے - اور جزیرہ نمائے عرب مین ہر طرف نور ایمان کی روشنی پہیلنے لگی - پہر بھی بعض قبیلون کو جاہلیت کی حمیت نے قبول ایمان سے باز رکھا - بلکہ وہ یہ سوچے کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی جنگ سے فارغ ہوکر مطمئن ہو گئے ہین - اسلئے ہماری طرف رخ کرنے مین اُنہین کوئی رکاوٹ پیش نہین آسکتی - "ہوازن" اور "ثقیف" - ان دونون قبیلون کے اشراف نے باہم مشورت کرکے یہہ رائے قائم کی کہ ہمین پیش دستی کرین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُنکے اس ارادہ کی خبر ملی تو آپنے بھی بعزم مقابلہ نکلنے پر آمادگی ظاہر کی - اور بارہ ہزار جان نثارون کی جماعت سے اُنکے سر پر جا پہونچے - معرکہ کارزار گرم ہونے پر مسلمانون کو اپنی کثرت جمعیت کا گھمنڈ ہوا اسلئے وہ لڑنے مین سست پڑ گئے - اور اونکے قدم اُکھڑ گئے - لیکن خداوند کریم نے اپنے پیغمبر پر اطمینان قلب نازل فرمایا اور مسلمانون کی ہمتون مین قوت دی جس سے جنگ کا خاتمہ مسلمانون کے ہی حق مین ہوا اور مشرکین کو سخت ہزیمت اُٹھاکر بھاگنا پڑا ۔

اِسلام کی تائید و تقویت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جو نمایاں فوجکشیاں ہوئین وہ یہی تھین جنہین ہم نے بیان کیا - اِن لڑائیون کے صحیح اور معتبر طریقہ پر معلوم ہونیوالے اسباب صاف صاف بتاتے ہین کہ ان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی زیادتی نہ تھی بلکہ حفاظت خود اختیاری یا انتقام اور حفظ امن و انتظام کی خاطر یہ لڑائیان ہوئین - کیونکہ خداوند کریم خود فرماتا ہے "لَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ"

کتب تاریخ و سیر پر غائر نظر ڈالنے سے ہمارے اس بیان کی صحت مین ذرہ برابر بھی شک کی گنجائش نہین رہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارک مین کسی شخص کو جبرًا داخل اسلام کرنیکے لئے تلوار نہین اُٹھائی - بلکہ خدا جسکو ہدایت دیتا وہ خود بخود مسلمان ہوجاتا تھا -

یہ عجیب لُطف ہے کہ مسلمانون کے دین کی بیخ و بنیاد یعنی کتاب اللہ تو یہ حکم دے کہ "

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط (پارہ - ۱۴ - رکوع ۲۲)

"یعنی لوگون کو نرمی و صلاحیت اور پند و نصیحت سے خدا کے رستہ کیطرف بلاؤ - اور اُن لوگون سے مباحثہ کرنےمین بھی مناسب اور اچھی باتین کہو - اور مسلمان یہ کرین کہ ظلم و ستم ڈھاکر خوف دلاکر لوگون کو مسلمان بنائین ؟

یہ سراسر بہتان ہے جو معترضین کی ناواقفیت اور کم فہمی و تعصب پر مبنی معلوم ہوتا ہے مشرکین و کفار کو تو جانے دیجیے اہل کتاب جو مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بتاکر ذات باری کی "ابوۃ" کے قائل ہین - ان سے بھی بحث کرنے مین کتاب اللہ کا مضمون دلیل پیش کرنیکے بہترین طریقہ کا نمونہ ہے - حق سبحانہٗ فرماتا ہے :-

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ

کسی انسان کو کیا ہوا ہے جو اللہ پاک تو اُسے کتاب - حکم - اور نبوت عطا فرمائے اور وہ ان چیزون کے حاصل ہونیکے بعد لوگون سے کہے کہ خدا کو چھوڑکر میرے بندے ہوجاؤ

تُعَلِّمُوْنَ الْکِتَابَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔
(پارہ ۳۔ رکوع ۱۶)

نہین بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے خدا پرست ہو۔ اسلیے کہ تم لوگ کتاب الٰہی کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اُسکا مطالعہ کرتے رہتے ہو۔ ✤

رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام تمام مکلفین کے لئے کیون عام تھی؟

لوگون کی عادت ہے کہ وہ خدا کے آسمانی احکام کو انسانی وضعی قوانین کے ساتھ ملانے کے خواہان ہوتے ہین اسلئے اُن کے ذہن مین یہ بات جمی رہتی ہے کہ احکام الٰہی یا شرائع دینی کو اس طرح مختلف زمانون اور حالتون کے مناسب حال ہونا چاہئے کہ جیسے جیسے اہل زمانہ کی حالتین باعتبار تمدن وحضارت (شہری زندگی) بڑہتی گہٹتی رہین ویسے ہی اُن شرعی احکام کو گہٹا بڑہا کر رفتار زمانہ کے موافق بنالیا جائے اور جو لوگ یہ کہتے ہین وہ اپنے تئین بڑا دانشمند اور وسیع النظر گنتے ہین اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم جو اسلامی شریعت اور اوسکے احکام کو لائے ہین اُنہین دوسری قومون کی حالتون سے بہت کم واقف جانتے اور اپنے بعد آنیوالی مختلف قومون اور مختلف حالات زمانہ اور اُنکے تغیرات سے لاعلم سمجھتے ہین جنکی ضرورتین اور حالات جداگانہ ہونگے اور انہی کے اعتبار سے انکے پندار مین احکام بہی جداگانہ ہونے چاہئین۔

میرے خیال مین ایسے لوگ اپنا یہ لچر عقیدہ ظاہر کرکے اس بات کا پتہ دیرہے ہین بلکہ صریحی دلیل پیش کر رہے ہین کہ وہ قرآن پاک کو زبان سے پڑھ لینے یا کان سے سُن لینے کے سوا اور کوئی فائدہ اُس سے نہین اُٹھاتے۔ یا اُسکی آیتون کو دیکھتے ہین مگر اُن سے متنبہ نہین ہوتے کیونکہ وہ آنکھون کے اندھے نہین بلکہ دل کے اندھے ہین اسلئے اُنہین اچھی بات سوجھتی ہی نہین۔ اُن لوگون کے عقیدہ باطل کی تردید مین

ہم دین اسلامی کے فطری لحاظ سے ہر زمانہ۔ ہر مقام اور ہر قوم کے مناسب حال ہونے کے علاوہ اسکا بھی ثبوت دینگے کہ یہ مذہب اُن لوگون کے دینی اور دنیاوی معاملات کا مصلح کامل اور ہادی برحق ہے جو اُسکی کتاب مبین پر عمل کرتے ہین۔

دنیا کی تمام اقوام مین ایک ہی دین آلٰہی پایا جاتا ہے جسکے اصول قومون۔ اُن کی حالتون اور زمان ومکان کے اختلاف سے کسیطرح بدل ہی نہین سکتے۔ البتہ فرعی مسئلون مین اختلاف ہونا ضروری ہے۔ اسکے ثبوت مین باری تعالےٰ کے قول۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

(پارہ ۳۔ رکوع ۱۵)

۔آؤ اے اہل کتاب ایک سیدھی بات پر ہماری تمہارے درمیان کی کہ بندگی نکرین مگر اللہ کو اور شریک نہ ٹھہراوین اُسکی کوئی چیز۔ اور نہ اختیار کرین آپسمین ایک دوسرے کو رب سوائے اللہ کے۔ پھر اگر وہ قبول نہ کرین تو کہو۔ شاہد رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہین۔''

پر غور کرنا چاہئے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ دیگر اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے مذہب سے دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی اصولی یگانگت بیان فرمائی گئی ہے۔ نیز ایک دوسری آیت مین ارشاد ہوا ہے کہ ''جس طرح ہم نے تمپر وحی بھیجی اسی طرح نوحؑ اور اونکے بعد ہونیوالے انبیاء پر بھی وحی نازل فرما چکے ہین۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق کو قایم کرنے اور منوانے کے واسطے دنیا مین تشریف لائے تھے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ لوگون کو اُنکی بھولی ہوئی بات یاد دلاکر حق کے پیرو بننے کی ترغیب دین اور اُنہین انسانیت اور تمدن کے اعلےٰ اصول پر کاربند بنائین۔ اسلئے آپ کو اسکی کیا حاجت تھی کہ اچھی بات کو خراب اور بری بات کو اچھی بنانے کی کوشش کرین وہ صرف اس بات کی خبر دیتے تھے کہ خدا نے جس قدر کتابین اُتاری ہین وہ اُن سبھون

پر ایمان لائے ہین۔ خدا کو۔ اُسکے فرشتون کو۔ اور اُسکے تمام رسولون کو جنکے مابین کچھ تفرقِ مراتب نہین کیجا سکتی۔ سچے دل سے مانتے ہین اور خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمین خبر دی کہ حق تعالےٰ جل شانہٗ نے آپ کو بذریعہ وحی دینِ حنیف کی پیروی کی ہدائیت فرمائی اور آگاہ کیا ہے کہ جو شخص خدا۔ اُسکے فرشتون۔ اوسکی کتابون۔ اُسکے رسولون اور روز قیامت کا انکار کرے گا وہ نہایت سخت گمراہ ہے۔ غرضکہ نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نئی شریعت اپنے دل سے گھڑ کر نہین پیش کی بلکہ وہی سچی اور حق باتین جو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے پہلے اپنے انبیا (علیہم السلام) پر نازل فرمائی تھین ضرورتِ زمانہ اور حالاتِ موجودہ کے لحاظ سے کسی قدر ترمیم و اضافہ کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل کین جسکی توثیق مین خود اللہ پاک فرماتا ہے :۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔	"اور ہم نے تمپر کتاب برحق اُتاری جو اپنے سے پہلے اُتری ہوئی کتابونکی تصدیق اور حفاظت کرتی ہے"

ہم اس بات کا علم رکھتے ہین کہ جو اُمور اسلام سے پہلے اور امتون پر بطور شریعت لازم کیئے گئے تھے وہی ہم پر بھی مشروع کیئے گئے۔ مگر یہ کہ اُنکے ترک کرنے کا کوئی خاص حکم نازل ہوا ہو تو وہ اور بات ہے۔ غرضکہ اگلی شریعتون اور معتدل طبیعی خواہشون کو ماننے اور اختیار کرنے مین اسلام بالکل فطرت سلیمہ کے مقتضیٰ پر عامل رہا۔ اور اُسکے شرعی احکام دینِ ابراہیم علیہ السلام۔ شریعتِ موسوی علیہ السلام۔ اور ملتِ عیسوی علیہ السلام وغیرہ کی اصولون کا مجموعہ ہوگئے۔ ہان بعض ایسی باتین جو سخت تھین اور اگلی قومون پر عدم بجاآوری احکام الٰہی یا اون مین پہلوتہی کرنے کی سزا کے طور پر فرض ہوئی تھین وہ اللہ پاک نے محض اپنی رحمت سے ہمارے لیئے معاف فرمادین یا آسان کردین۔ مثلاً اللہ پاک نے فرمایا ہے :۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا	"یہودیون کی نافرمانی کی وجہ سے ہم نے

عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ - (پارہ ۶ - رکوع ۲)

انپر پاک چیزین حرام کردین - اور اون کی بکثرت خدا کے راستہ پر چلنے مین کاوٹ سود خواری اور ناجائز طور پر لوگون کے مال کھا جانے سے جسکی اونہین سخت ممانعت کر دی گئی تھی انہین ایسی سزا دی گئی - اور یہودی لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اسی سختی کو جھیلتے رہے مگر چونکہ آپ کی ذات ایمان والون پر بیحد رحیم و کریم تھی اسلئے حق سبحانہٗ نے پاکیزہ رزقون کو حلال کر دیا اور کسی کو اسکی طاقت سے بڑھ کر مبتلائے مشقت نہ کیا انہی اسباب سے دین مصطفوی اور تمام ادیان سے نرم - دلپسند اور مختلف انسانی قوتون اور عادتون کے حسب حال ہوگیا - اور جب اسکے اصول اس قدر سہل اور جامع و مانع ہوگئے تو آپ کی ذات خاتم المرسلین قرار پائی - کیونکہ اب آئندہ مجمع انسانی کی اصل سعادت اور تہذیب و تمدن کے لوازمات کے لئے کسی مزید اصلاح کی حاجت نہ رہی تھی -

ممکن ہے کہ خلفا امرا اور فقیہون کے بنائے ہوئے انتظامی احکام اور قوانین معاملات کو نظیر اً پیش کرکے کوئی شخص یہہ کہے کہ اسلام اپنی ابتدائی حالت ہی مین تمام ایسے قوانین وضع نہین کر سکا جو انسانی ضروریات کے واسطے کافی اور لازم تھے مگر اسکا یہ جواب کافی ہوگا کہ علمائے فقہ - خلفا یا امیرون نے جو احکام نافذ اور وضع کئے اونکی بنیاد بھی در اصل انہی اجازتون پر رکھی گئی ہے جو شریع شریف نے دی تہین یعنی اجتہاد اور قیاس کے ذریعے اول نصوص قرآنی بعدہٗ احکام شارع علیہ السلام کی تلاش کرنیکے بعد جب ایک تازہ صورت واقعہ کے مناسب حال کوئی حکم صریح نہین مل سکا تو اوسی کے ساتھ ملتے جلتے معاملہ کی بابت جو حکم موجود تھا اوسکی پیروی کرکے ویسا ہی حکم اس واقعہ پر بھی صادر کر دیا گیا اسلئے جو امر اصول و آئین مذہبی کی بنیاد پر مبنی ہو وہ داخل دین ہے عام اس سے کہ خود شارع نے اسے منصوص کیا ہو یا اہل غور و فکر نے جو دین کے اصول کو صحیح طور پر پیش نظر رکھکر کوئی موزون رائے قائم کرین

اُن مسایل کا استنباط کیا ہو یہی وجہ ہے کہ دین اسلام ابدی دین اور تمام دینون کا ختم کرنے والا ہے۔ اب ہم اپنا دعوے ثابت کرنے کے لیے چند اسلامی قواعد بیان کرتے ہین انکو غور کی نظر سے دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔ ہر ایک مذہب کے چند اصلی قواعد اور مستقل اصول ہوتے ہین جنمین کچھ تغیر اور تبدیلی نہین ہوسکتی اور مختلف زمانون مین علیحدہ علیحدہ قومون کے جداگانہ حالات کا لحاظ کرکے احکام دینی کی صحت وسقم کا اندازہ اُنہی اصولون سے کیا جاتا ہے۔

(۱) اجتہاد سب سے پہلی اصل ہے اس سے یہ مراد ہے کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ یعنے قرآن پاک اور حدیث نبوی سے جو درایتہً پایہ صحت کو پہونچی ہوئی ہو عقل سلیم کی رسائی کے مطابق احکام اور معانی کا استنباط کرنا۔ جو شخص قرآن پاک کی زبان سے واقف ہے پس بحالیکہ وہ اُسکو اور حدیث کی صحیح کتابون کو بھی سمجھ سکتا ہے تو اُسے کسی حالت مین دوسرون کی پیروی کرنی سزاوار نہین اور اس طرح اجتہاد کا دروازہ آج بھی ویسا ہی کھلا ہوا ہے جس طرح پہلے تھا۔ اور جو لوگ اجتہاد کا دروازہ بند کرکے صرف اگلے پیشواؤن کی تقلید ہی پر اکتفا کرنے کی ہدایت کرتے ہین وہ سخت غلطی پر ہین اول تو تمام انسانون کی عقلین برابر نہین ہوتین اسلیے کیا حاجت ہے کہ جو شخص خود فہم قرآن وحدیث کی استعداد رکھتا ہو وہ اُسی تقلید کے تنگ دایرہ مین پھنسا رہے۔ دوسرے یہ کہ سلف صالح تقلید سے بالکل بری تھے وہ کلام مجید اور احادیث صحیحہ کے مفہوم ومعانی پر غور کرکے جو امر اُنکی سمجھ مین آتا تھا اُسی پر عمل کرتے تھے گو انہین بعض اوقات غلط فہمی بھی ہوتی تاہم وہ منجانب اللہ ثواب سے محروم نہ رہے صحیح مفہوم پر پہونچنے والے کو دوہرا ثواب تھا تو غلطی کرنے والون کو ایک ہی ثواب ملتا۔ اجتہاد کا دروازہ صدر اول کے بعد ہی بند ہوا ہے اگرچہ اسکی ممانعت کے اسباب متعدد ہون تاہم سب سے بڑا سبب غیر اقوام کا بکثرت مشرف باسلام ہونا ہے جو اچھی طرح عربی زبان سمجھنے کی قابلیت نہ رکھتی تہین۔ اور بہتون نے اپنے اسی قصور فہم کی وجہ سے اجتہاد

کو منع قرار دیا۔ ورنہ خداوند پاک تو صاف فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔ (پارہ ۲۷۔ رکوع ۹)

"یعنی ہمنے قرآن کو سوچنے اور نصیحت حاصل کرنیکے لئے آسان بنا دیا ہے پھر کیا ہے کوئی؟ جو نصیحت حاصل کرے اور سوچے۔"

اور اسکے علاوہ خدا نے تو خود ہی باپ دادا کی پیروی پر مرنے والے مشرکین کو برا بتایا ہے اور قرآن کے مطالعہ سے یہ مشکل بخوبی حل ہو سکتی ہے:۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ۔ (پارہ ۲۔ رکوع ۵)

"جب اُن سے خدا کی اُتاری کتاب و شریعت کی پیروی کے لئے کہا گیا تو کہنے لگے کہ نہیں ہم تو جو ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہی وہی کئے جائینگے۔ چاہے اونکے باپ دادا جاہل و گمراہ ہی ہوں" ❖

(۲) دوسری اصل اعمال میں میانہ روی ہے اور نفوس پر وہ بار نہ ڈالنا جو اُن سے برداشت نہ ہو سکے کیونکہ خود اللہ جل شانہ کلام پاک میں فرماتا ہے "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" اسلئے جو بات آدمی کے بس میں نہ ہو اُسکے کرنیکی تکلیف نہیں دیجاتی ہے بس میں ہونیسے یہہ مراد ہے کہ جو شخص اُس کام کو کرے اُسے کوئی سخت تکلیف اور مصیبت برداشت نہ کرنی پڑے۔ کیونکہ "وسع" کا لفظ جسکے معنی کشادگی یعنی دل تنگ نہونیکے ہیں اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ خدا نے ہمکو مذہب میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے بخاری میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے مروی ہے کہ "لن يشاد الدين احد الا غلبه" یعنی جو شخص دین کو بہت بلند اور نمایاں کرے گا۔ وہی اُسے برباد کرے گا پس اس لحاظ سے کسی مسلمان کو دین میں غلو کرنا سزاوار نہیں۔ نہ اُسے مباح باتوں سے گریز کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اپنی طاقت سے زیادہ بار اُٹھانے کی۔ کیونکہ اس قسم کی افراط

مذہب کی نظر مین کوئی وقعت نہین رکھتی۔ جو لوگ دینی پابندی مین حد سے بڑھجاتے ہین درحقیقت وہی بالآخر اُسے کماحقہ نبہانے سے رہجاتے ہین۔ اور اُسکی تکالیف کے متحمل نہین ہوسکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل" اور ارشاد کیا ہے "ان المنبت لا ارضا قطع ولا ظہرا ابقی" اسکے ماسوا حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

ما جعل علیکم فی الدین من حرج	"خدا نے دین مین تمپر سختگیری نہین کی ہے"

اور یہ بھی ارشاد کرتا ہے:۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر	"خدا تمہین آسانی دیتا ہے سختی نہین کرتا"

مگر اس اصول کے موضوع نے آجکل کے بہت سے نوعمر مسلمانون کو جو علوم جدیدہ کی تعلیم پاکر روشن خیال شمار کئے جاتے ہین یہ جرأت دلادی ہے کہ وہ فریضۂ نماز ادا کرنے سے بھی دور بھاگتے ہین اور وجہ پوچھو تو کہتے ہین۔ ہم نجاست سے نہین بچ سکتے۔ خاصکر بول کے قطرات سے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان قضائے حاجت کے وقت طہارت کے لئے پانی نہین پاتا۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ ہر نماز کے وقت جوتے اُتارنا اور پھر پہننا بڑی مصیبت ہے اور یہ ہو نہین سکتا کہ بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑہ سکین کیونکہ علمائے اسلام اسکا عدم جواز بیان کرتے ہین اور وجہ بھی صاف ہے کہ بُوٹ ہر وقت انکے پیر مین رہتا ہے اور اُسکا نجاست سے محفوظ رہنا غیر ممکن۔ ایسی ایسی باتون کو عذر سمجھکر وہ نوجوان فریضۂ نماز ترک کردیتے ہین۔ فریضہ بھی کونسا جو مسلمانی کی اہم ترین علامت۔ اُسے خدا کی یاد دلانے والا۔ اور بُری باتون اور گناہون سے باز رکھنے والا ہے۔ اور اسکی وجہ کیا ہوتی ہے بعض جاہل اور گمراہ کن مدعیانِ علم کے فتوے۔ ایسے نوعمر مسلمانون کو امام بیہقی کی وہ روایت دیکھنی چاہئے جو اونہون نے مرفوعاً بیان فرمائی ہے۔

اذا جاء احدکم المسجد فلیقلب نعلیہ فلینظر أفیہما خبث فان وجد فیہما

خَبَثًا فلیمسحھما بالارض ثم لیصل فیھما" (جب تم مین سے کوئی مسجد مین آئے تو اپنی جوتیون کے تلے الٹ کر دیکھے کہ ان مین کوئی نجاست لگی ہے یا نہین۔ نجاست ہو تو انہین زمین پر رگڑ کر صاف کرلے۔ اور پھر انہین کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لی) اور انہی امام بیہقی رحؒ نے بواسطہ ام المؤمنین "ام سلمہ رضؓ" روایت کی ہے کہ "ان سے اس عورت کے بارہ مین سوال کیا گیا جو دامن لٹکا کر گندہ مقامات مین گذرتی ہو۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضؓ نے جواب دیا۔" قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ یطھرہ ما بعدہ۔" (رسول پاکؐ نے فرمایا۔ جو پاک زمین گندہ مقامات کے بعد آتی ہے وہ اس (دامن) کو پاک کر دیتی ہے) انہی امام بیہقیؒ کی ایک روایت بواسطہ ابی ہریرہ رضؓ یہ ہے کہ۔ ہم لوگون نے کہا "یا رسول اللہ جب ہم مسجد کو آتے ہین تو نجس راستہ پر چلنا ہوتا ہے؟" رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "الطُّرُقُ یُطَہِّرُ بَعْضُھَا بَعْضًا" (راستون کے بعض حصے بعض حصون کو پاک کر دیتے ہین) پھر مرفوعاً روایت کرتے ہین۔ "اذا وطی احدکم بنعلیہ فی الاذیٰ فان التراب لہ طھور" (اگر تم مین سے کسی کی جوتے مین گندگی لگ جائے تو اسکو مٹی پاک بنا دیتی ہے۔) فرقہ مالکیہ کی رائے مین ازالہ نجاست سنت ہے۔ اسلئے نجاست کے ساتھ نماز باطل نہین ہوتی صرف مکروہ ہو جاتی ہے۔ ان اجازتون اور آسانیون سے فائدہ نہ اٹھانا اور جوتہ نہ اتار سکنے کا یا جہان پانی نہین ملتا وہان استنجا نہ کر سکنے کا عذر پیش کرکے فرض الٰہی سے جی چرانا کس قدر شامت و حماقت ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ تو آسانیان دے اور ہم خیال کرین کہ ہم پر سختی ہوتی ہے۔ قرآن پاک مین ارشاد ہوا ہے "یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ" (خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمکو تکلیف (مین ڈالنا) نہین چاہتا۔) ــ

(۳) تیسری اصل یہہ ہے "کہ نہ خود نقصان اٹھائے اور نہ دوسرے شخص کو کوئی ضرر پہونچائے" کسی مسلمان کو ایسے امر کے ارتکاب کی اجازت نہین جس سے اوسکے

جان۔ مال یا عزت۔ آبرو کو ضرر پہونچتا ہو اور اسی طرح دوسرون کو ضرر پہونچانا بھی ممنوع ہے اب اس اصل کے تحت مین بہت سی باتین داخل ہین۔ مثلاً جسم کو ناقابل برداشت تکلیف دینا۔ نشہ کی چیز پینا۔ جوا کھیلنا وغیرہ یہ اپنے ذاتی نقصان کے اُمور ہین اور غیر کو تکلیف دینے کی جو صورتین اُس ملک و قوم مین رائج و معتبر ہون جہان انسان رہتا ہو جیسے جان کو ہلاک کرنا۔ چوری۔ رشوت خواری۔ فریب و جعل۔ اور جھوٹی گواہی دینا۔ اور ایسے ہی دوسرے امور۔ اسی لئے فقیہون نے بہت سے ایسے لوگون کو نماز جمعہ کی جماعت مین شریک ہونے سے معاف رکھا ہے۔ جنکو گندہ دہنی یا جذام یا برص یا اسی قسم کے دیگر متعدی امراض لاحق ہون جن سے دوسرے نمازیون کو نفرت آئے یا اُنھین ناگوار گذرے۔ غرضکہ اس اصل پر بہت سے فروعی احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور ہر زمانہ کے واقعات روزمرہ مین اسی کو دستورالعمل بنایا جاتا ہے۔

(۴) چوتھی اصل یہ ہے کہ جس فعل کے ذریعہ کسی بدی اور قباحت تک نوبت پہونچتی ہو وہ حرام اور رجوبات انجام کار کسی امر مباح کا باعث ہوتی ہو وہ مباح ہے۔ اسی واسطے اگر کسی وسیلہ کی نسبت حکم لگانا منظور ہو تو اسلام اُسکی علت غائی کے حسن قبح کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ مثلاً شرع شریف نے تعدد زوجات کو جائز رکھا ہے۔ مگر یہ جواز چند قیود کے ساتھ مشروط ہے جسمین سے ایک قید عدل ہے۔ اور ایک اور قید یہ ہے کہ اس شادی کرنے سے کوئی نقصان اور فساد نہ ہو یا کسی امر حرام کا ارتکاب نہ ہو۔ اگر ہم ان باتون کا اُس حالت سے اندازہ کرین جو اکثر متعدد شادیان کرنے کے بعد باہمی عداوت اور آئے دن کے جھگڑون کی قسم سے پیش آیا کرتی ہے تو دیکھین گے کہ مرد دوسری عورت کو خوش کرنے کے لئے اگلی عورت کے بچون کی غور و پرداخت اور اُسکی خبرگیری چھوڑ دیتا ہے یا اُسکی خاطر سے اورون کو ایذا پہونچاتا ہے۔ غرضکہ ان مضرتون کو پیش نظر رکھکر مرد کو ایک سے زیادہ عورتون کے نکاح مین لانے کی اجازت نہین ملتی۔ مگر اوس

صورت مین جبکہ وہ عدل کی تمام شرطین پوری کر کے نقصان و فساد کی پیش بندی کر سکے اور ساتھہ ہی دین حنیف کا یہ اہم اصول بھی بہر حال ضروری و قابل لحاظ سمجھا گیا ہے کہ ظن غالب کو یقین کے درجہ پر رکھا جائے۔ اسلیئے جب کسی کام کی نسبت گمان غالب ہو کہ اسکا انجام خراب یا منجر بہ حرام ہوگا تو اپنی علّت غائی کے لحاظ سے وہ کام بھی ناجائز قرار پائیگا اور اس طرح پر ہم اِس اعتراض سے بری ہو جائینگے کہ تعدّد ازدواج کے ساتھہ ضرر و فساد کا پایا جانا کچھہ محقق امر نہ ہونے سے یہ بات مردون پر حرام تو نہ ہوئی۔ کیونکہ گو وہ بظاہر پورے طور پر ثابت نہین لیکن گمان غالب ہونیکی وجہ سے یقین کا مرتبہ رکھتا ہے اور اس صورت مین معاملہ صاف ہے۔

(۵) اسلام کی پانچوین اصل یہ ہے کہ احکام شرع اور مقتضائے عقل مین تعارض ہونے کے وقت ظاہر شرع پر عقل کے حکم کو مقدم رکھا جائے۔ شیخ محمد عبدہ مرحوم مفتی دیار مصریہ نے اپنے مضامین الاسلام والنصرانیتہ کے ضمن مین اس اصل کی بابت جو کچھہ لکھا ہے ہم اُسے یہان درج کرنا مناسب سمجھتے ہین جو حسب ذیل ہے:۔

بجز اُن چند لوگون کے جو کسی شمار مین نہین آسکتے۔ اور تمام مسلمان اس بات پر متفق ہین کہ جس وقت عقل اور نقل مین تعارض واقع ہو تو عمل ہمیشہ مقتضائے عقل پر کیا جائیگا۔ اور نقل کے واسطے دو طریقے رہین گے۔ ایک تو یہ کہ منقول کو صحیح تسلیم کر کے اپنی کم فہمی کا اظہار کیا جائے اور خدا کی طرف سے اُسکی فہم کے لیئے توفیق عطا ہونے کا انتظار۔ دوم یہ کہ قوانین لغت کو پیش نظر رکھکر اُس نقل کی کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے وہ عقلی ثبوت کے موافق و مطابق ہو جائے۔ اسی اصل کے ذریعہ سے جو کتاب اللہ اور حدیث صحیح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے موافق قایم ہوئی ہے عقل کے لیئے جولانی کے نہایت میدان کھلے اور دریائے فکرت مین غوطہ لگا کر دُر مقصد نکال لانے مین نہایت آسانی پیدا ہو گئی اب وہ کسی وقت مین رُک نہین سکتی اور کوئی چیز اُسے دشوار نہین معلوم ہو سکتی۔ لہٰذا اب ہم سوال

کرتے ہین کہ حکما اور فلاسفر لوگون کو اس سے بڑھکر اور کیا چاہیے؟ ۔ اور طالبان علم کو اس سے زیادہ وسیع میدان اپنے خیالات کی بلند پروازی دکھانیکے لئے کہان ملسکتا ہے؟ ۔ اگر اونکو یہ بہی کافی نہ معلوم ہو تو یہ آسمان و زمین باایں ہمہ وسعت و فسحت بہی اُنہین کافی نہین ہو سکتی ؎ الخ۔ بہرحال مذہب اسلام کا یہ اصول صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عقل پر لازم نہین کیا ہے کہ وہ اپنی بحث و تفتیش کے مقتضیٰ سے خواہ مخواہ خلاف ورزی ہی کرے بلکہ اس پاک مذہب نے تو ظاہر منقول پر عمل کرنے اور اعتقاد رکھنے کے بالمقابل عقل ہی کو فوقیت دی ہے یعنی اگر منقول کے ظاہری معنون سے کوئی خلاف عقل بات نکلتی ہو تو وہان عقل کو اپنی تجویز پر چلنا جایز ہے۔

(۶) اسلام نے اپنے پیرون کے واسطے اعتدال ۔ میانہ روی ۔ اور نیک نیتی کے ساتھ شرعی حدود پر قایم رہکر زیب و زینت اور مشتہیات نفس سے حصّہ لینے کو مباح قرار دیا ہے ۔ اور مردانگی کی صفات سے تمتع اُٹھانا جایز رکھا ہے ۔ کتاب اللہ العزیز مین وارد ہے :-

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ ھِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا خَالِصَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۔ قُلْ	یعنی اے لوگو تم مسجد مین آتے وقت اپنی زیب و زینت کر لیا کرو ۔ کہاؤ ۔ پیو اور فضول خرچی نہ کرو ۔ کیونکہ خدا مسرف لوگون کو پسند نہین کرتا ۔ خدا نے اپنے بندون کے لئے جو سامان آرایش اور پاک رزق بنائے ہین اُنہین حرام کس نے کیا؟ وہ انہی لوگون کے واسطے ہین جو سچے دل سے روز قیامت پر

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ
بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِکُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ
یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا
عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - (پارہ ۸ رکوع ۱۱)

دنیاوی زندگی مین ایمان لائے۔ ہم
جاننے والون کے واسطے اپنی نشانیان
یونہی کھول کھول کر بیان کیا کرتے ہین
اے پیغمبر تم کہدو کہ میرے خدا نے
صرف اُنہی باتون کو جو حق کے مخالف
ہین خواہ وہ کھلی ہون یا ڈھکی اور گناہ و بدچلنی کو حرام کیا ہے اور یہ بات حرام کی ہے
کہ تم خدا کے ساتھ اُن چیزون کو شریک کرو جنکے شرک کی کوئی دلیل نہین۔ اور خدا پر
ایسے بہتان باندہو جنکو تم سمجھتے بہی نہین"

اسکے بعد خدائے پاک نے اپنی نعمتون اور آرایش و زیبایش کے اُن سامانون
کا شمار دیا ہے جو اُس نے ہمارے لیے پیدا کیے ہین اور جن کے بدلے ہمین اُسکی
شکر گزاری اور عبادت کرنی لازم ہے۔ اور فرمایا :-

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَکُمْ فِیْهَا دِفْءٌ
وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْکُلُوْنَ وَلَکُمْ فِیْهَا
جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ
وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَکُوْنُوْا
بَالِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّکُمْ
لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ
وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَةً وَّیَخْلُقُ
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - (پارہ ۱۴ رکوع ۷)

دیۓ تمہارے لیے چوپایے جانور پیدا کیے
جنمین فائدے ہین اور اُنکے اُون سے
تم گرم کپڑے تیار کرتے ہو۔ اُنکا گوشت
کہاتے ہو۔ اور جب تم اُنکو شام کو
گہر پر باندہتے اور صبح کو چرنے کے لیے
چھوڑتے ہو تو وہ بہلے معلوم ہوتے
ہین تمہارا اسباب اُٹھا کر اُن شہرون
تک لیجاتے ہین جہان تم بغیر انکے
بڑی جانکاہی سے پہونچتے۔ اسمین شک نہین کہ تمہارا خدا بڑا مہربان اور نہایت
رحم والا ہے۔ اور گہوڑے خچر۔ اور گدہے تمہاری سواری اور زینت کے لیے پیدا کیے

اور آئندہ ایسی سواریان پیدا کرے گا جنکا تمھین علم تک نہین "

اسکے بعد فرماتا ہے :-

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (پارہ ۱۴ رکوع ۶)

"یعنی خدا نے سمندرون کو تمھارے قابو مین کر دیا تاکہ تم (اُس مین سے مچھلیان پکڑ کر اسکا) ترو تازہ گوشت کھاؤ۔ اور پہننے کے واسطے زیور (موتی) نکالو اُن مین جہازرانی کرو اور اوسکی عنایت و مرحمت کا شکر ادا کرو "

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ۔
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

(۷) ساتوین اصل یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شرع کے متعلق جس امر کا حکم دیا ہو اُسے بجالاؤ۔ ہان جو باتین معیشت دنیاوی کے متعلق بطور اظہار رائے کے آپ نے ارشاد کی ہین اُنکی لفظ بہ لفظ پابندی ہمپر لازم نہین۔

پہلے یہہ بات بیان کیجا چکی ہے کہ رسولون کا فرض منصبی صرف دنیا کو نجات کی سیدھی راہ دکھانا۔ اُنہین عدل کا خوگر بنانا۔ اور اونکو عمدہ عادتون اور پاکیزہ خصایل کی تربیت دینا ہوتا ہے۔ اور ہم یہہ بھی بتا چکے ہین کہ اسلام تعارض کی حالت مین مقتضائے عقل پہ عمل کرنے کو بمقابلہ ظاہر شرع کے افضل بتاتا ہے۔ یہ تعلیم ہمکو ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت صاف اور صریح عبارت مین دی ہے جنکی روایت حدیث کی صحیح و مستند کتابون مین موجود ہے اور اس مقام پر ہم اسبارہ مین بطور نمونہ چند باتین تحریر کرتے ہین۔

مسلمؒ نے بواسطہ موسیٰ بن طلحہ اور موسیٰ نے اپنے باپ طلحہ سے روایت کی ہے کہ "مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک قوم کیطرف ہو کر گذرا جو کھجور کے درختون پر چڑھے ہوئے تھے۔ رسول پاکؐ نے دریافت فرمایا "یہ لوگ کیا کر رہے ہین ؟" مین نے عرض کیا

" گابھہ دیتے ہین یعنی نر درخت کا مادّہ لے کر مادہ کہجور کے درخت مین ڈالتے ہین جس سے وہ گابھہ قبول کر لیتی ہے " رسول پاک نے فرمایا " میرے خیال مین اس سے کوئی فایدہ نہین ہوتا " ان لوگون کو آپکے اس کلام کی خبر ملی۔ اُنہون نے گابہنا ترک کر دیا۔ اور پہر یہ بات رسول علیہ السلام کو معلوم ہوئی تو آپنے فرمایا " اگر اس سے اُنہین فائدہ تہا تو کرین کیونکہ مین نے صرف ایک گمان کیا تہا اور میرے گمان پر مواخذہ نہ کرو۔ البتہ جب مین خدا کی طرف سے تمہین کوئی بات بتاؤن تو اُسے مضبوط پکڑو۔ کیونکہ معاذ اللہ مین خدائے عزوجل پر ہرگز جھوٹا بہتان نہ باندہونگا "

ایسے ہی مسلم رحؒ نے ایک اور حدیث روایت کی ہے کہ جب حضرت سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ مین تشریف لائے تو لوگون کو کہجور کے درخت مین گابھہ دیتے ملاحظہ فرماکر دریافت کیا کہ " یہ کیا کرتے ہین ؟ " کہا گیا کہ ہمیشہ سے یونہی دستور چلا آتا ہے۔ اور آپنے فرمایا کہ نہ کرین تو اچھا ہو۔ لوگون نے گابھہ دینا ترک کر دیا۔ جب فصل خرما مین نقصان رہا۔ تو آپ سے ذکر کیا جسکے جواب مین آپنے ارشاد فرمایا " مین انسان ہون اگر تمہین دین کے متعلق کوئی حکم دون تو اُسے اختیار کرو اور اگر مین اپنی رائے سے کچھہ کہون تو یہہ سمجھو کہ مین بھی آخر ایک انسان ہون " " والانسان مرکبٌ من الخطاء والنسیان "

ایک اور روایت انس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک نے ایک قوم کو درخت خرما مین گابھہ دیتے ملاحظہ فرماکر ارشاد کیا کہ ایسا نہ کرین تو اچھا ہو۔ لوگون نے تعمیل حکم کی۔ مگر پہل نکمّے ہوگئے اور درخت اچھی طرح پہلے نہین پہر آپ اُس طرف گئے اور یہ حالت دیکھکر وجہ دریافت کی۔ کہا گیا کہ آپنے ہی ایسا حکم دیا تھا۔ اُسکے جواب مین ارشاد ہوا " انتم اعلم بامور دنیاکم " " تم اپنے دنیاوی اُمور کو زیادہ جاننے والے ہو "

اِن مثالون سے صاف سمجھہ مین آتا ہے کہ منصف لوگون کے سردار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف اپنی غلطی اُسے تسلیم کر لی۔ اور ظاہر کر دیا کہ وہ بھی انسان ہین۔ اور

ہر ایک پیشہ کے لوگ اپنے کاربار کی باریکیون سے آپ ہی خوب واقف ہوتے ہین دوسرے اشخاص اُن بھیدون کو ویسا نہین سمجھہ سکتے عصمت انبیاء صرف اُن امور مین ضروری ہے جنھین وہ بجانب اللہ بیان کرین خواہ وہ شریعت کے متعلق ہون یا اسرار شرع مین داخل ہون اس سے سمجھہ مین آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملات دنیاوی اور پیشون یا دستکاریون کے متعلق جو باتین روایت کی گئی ہین وہ وحی اور شریعت کی حد مین داخل نہین۔ بلکہ اُن مین بمقتضاے وقت عمل کرنا خلاف شرع نہین۔

(۸) آٹھوین اصل مسلمانون کے مابین احکام شرعی مین مساوات کا پایا جانا ہے اور اسی طرح جو لوگ اُنکے ذمہ اور عہد مین داخل ہون اُنکے حقوق بھی مساوی رکھے گئے ہین جو مسلمانون پر لازم ہے وہی اُنپر بھی لازم ہے۔ اور جو امر اُنپر واجب ہے وہ مسلمانون کے لئے بھی واجب سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانون مین سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہین دیگئی مگر یہ کہ نیک چلنی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہر شخص افضل بن سکتا ہے " اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ " اسی حکم سے حق سبحانہ وتعالیٰ نے مالدار و فقیر اور حاکم و محکوم معزز اور کم رتبہ سب کو اپنے احکام کی تعمیل مین مساوی رکھا ہے خواہ وہ احکام دنیاوی ہون یا اُخروی اور اسکا اعتبار اُن عمومیت کے صیغون سے ہوتا ہے جو متعدد مقامات پر قرآن کریم مین واقع ہوئے ہین مثلاً اللہ پاک فرماتا ہے:-

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ؕ	"یعنی جو شخص کچھہ بھی نیکی بدی کا مرتکب ہوگا وہ اُسکا انجام دیکھے گا "

سب سے عجیب امر یہ ہے کہ جن فقیہون کو کلام اللہ کے معانی سمجھنے کا بہت کچھہ دعوے ہے اور جو دنیا کی نظر مین اپنے لباس صلاح اور نشان سجدہ سے ممتاز ہوتے ہین اکثر اوقات اُنھون نے کسی فائدہ کی طمع مین امیرون اور اہل دولت کی خاطر اُنکی خواہش کے موافق کلام باری کی تاویلین کردی ہین اور غضب الٰہی کا خوف نہین کیا۔ اور اس طرح

اونھون نے ایک مخلوق کیلیے جو انھین کوئی نفع وضرر پہچانے پر قادر نہین اپنے دین مین تفرقہ ڈالدیا اور اپنا شیرازہ جمعیت پراگندہ کرڈالا اپنی کتابونمین مخالف اقوال درج کرکے انکو خراب کردیا اور قرآن پاک کے صریح حکم کی مخالفت کرکے مرتکب ہوئے چنانچہ باریتعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ اور فرماتا ہے وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ یعنی ایسے لوگون مین شامل ہو جنھون نے کھلے کھلے احکام آنیکے بعد تفرقہ اور اختلاف مین پڑنا اچھا سمجھا۔ اور آپسمین جھگڑا نہ کرو ورنہ تمھاری ہوا اکھڑ جائیگی" علاوہ ازین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق کی برکتون اور خوبیون کے متعلق جو کچھہ فرمایا ہے اسکا حدیث کی صحیح کتابون سے بخوبی پتہ لگتا ہے۔

(۹) نوین اصل اسلام کی یہ ہے۔ کہ کوئی شخص دوسرے کے جرم مین نہین پکڑا جائیگا سورہ طور مین خداوند پاک فرماتا ہے كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ۔ ہر شخص اپنی کرنی بھرےگا۔ اسی طرح سورہ نجم مین ارشاد کرتا ہے۔ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۝ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۝ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ۝ (سورہ نجم پارہ ۲۷) ترجمہ۔ کوئی شخص دوسرے کے جرم مین نہین پکڑا جائیگا۔ اور انسان کا کام صرف کوشش کرنا ہے اور عنقریب اسکی کوشش دیکھی جائیگی پھر اوسکو پورا پورا معاوضہ دیا جائیگا" غرض کہ ہر شخص اپنی کرنی کا خود ہی ذمہ وار ہے دوسرے کو اسکی بدفعلی سے کوئی ضرر نہین پہونچ سکتا۔

اور اس اصل کے لحاظ سے اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ احکام شریعت مین سے بعض احکام ایسے ہین جو صرف مجرم ہی کی ذات تک محدود نہین رہتے بلکہ اون کا اثر دوسرے بیخطا لوگون تک بھی پہنچتا ہے مثلاً خونبہا کہ وہ قاتل کے رشتہ دارون کے سر پڑتا ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً یعنی اس فتنہ سے بچو جو خاص کر تم مین سے گنہگارون کو ہی نہین ضرر پہنچاتا (بلکہ اسکا وبال بیگناہون پر بھی پڑتا ہے) مگر اس کا جواب یہ ہے کہ خونبہا کا معاملہ صرف اس صورت مین قاتل کے کنبہ والون پر ڈالا جاتا ہے جب اُنکی قومیت اور عصبیت قایم ہو اور انکی یگانگت اور باہمی معاہدہ کی یہ حالت ہو کہ وہ دوسرون کے مقابلہ پر ایک دل اور ایک زبان ہون اس طرح کہ اگر اُن مین سے کسی ایک کو صدمہ پہونچے تو باقی لوگ اوسکا بدلہ لینے یا اوسکے خونبہا کا مطالبہ کرنے پر ایکا کرین جیسی اب تک بدویون یا اکثر اہل عرب کی حالت پائی جاتی ہے اسی واسطے فقہا نے قرار دیا ہے کہ جن قومون مین گروہ بندی اور قبایل کا باہمی معاہدہ امداد و اعانت نہین ہوتا اُن مین خونبہا کا مسئلہ جاری نہین کیا جائیگا جس طرح اہل فارس یا فرنگی یا مصری لوگ اور ایسی ہی دوسری قومین جن مین اُس یگانگت کا کوئی پتہ نہین چلتا جو ایک قبیلہ یا گھرانے کو شخص واحد کے حکم مین قرار دیتی ہے - ؞

تمت

روز بازار
مطبوعہ ـــــــــ امرتسر
جنرل الکیس ایجنسی
۸۷۳۷